ماہنامہ السنۃ ،جہلم شمارہ نمبر ۳۴

رمضان ۱۴۳۲ھ، الموافق اگست ۲۰۱۱ء

اللہ کے رسول ﷺ سے ابدال کے بارے میں کچھ ثابت نہیں، جیسا کہ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۰۸۔۵۹۷ھ) فرماتے ہیں : **وليس فى هذه الأحاديث شيء صحيح .** ''ان احادیث میں سے کوئی بھی ثابت نہیں۔''

(الموضوعات لابن الجوزی : ۱۵۲/۳)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۶۶۱۔۷۲۸ھ) فرماتے ہیں :

تكلّم به بعض السلف ، ويروى فيه عن النبىّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم حديث ضعيف . ''اس بارے میں بعض پرانے بزرگوں نے بات کی ہے۔اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے ایک غیر ثابت حدیث مروی ہے۔''(مجموع الفتاوی : ۳۹٤/٤)

نیز فرماتے ہیں : **الأشبه أنّه ليس من كلام النبىّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم .** ''درست بات یہی ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا کلام نہیں ہے۔''

(مجموع الفتاوی لابن تیمیة : ٤٤١/١١)

شیخ الاسلام ثانی، عالم ربانی، حافظ ابن القیم رحمہ اللہ (۶۹۱۔۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

أحاديث الأبدال والأقطاب والأغواث والنقباء والنجباء والأوتاد كلّهما باطلة على رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم . ''ابدال، اقطاب، اغواث، نقباء، نجباء اور اوتاد کے بارے میں تمام کی تمام احادیث خود گھڑ کر رسول اللہ ﷺ کے ذمے لگائی گئی ہیں۔''(المنار المنيف لابن القيم : ص ١٣٦)

اتنی سی وضاحت کے بعد ابدال کے متعلق مروی احادیث پر مختصر تبصرہ پیشِ خدمت ہے:

حدیث نمبر ① : سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **خیار أمّتی فی کلّ قرن خمس مأة ، والأبدال أربعون ، فلا الخمسمأة ینقصون ، ولا الأربعون ، کلما مات رجل أبدل اللّٰہ عزّ وجلّ من الخمسمأة مکانه ، وأدخل من الأربعین مکانه .....**

''میری امت میں ہر زمانہ میں پانچ سو خیار(پسندیدہ لوگ) ہوں گے اور چالیس ابدال۔ ان دونوں میں کمی نہ ہوگی۔ ان میں سے جو فوت ہوگا ، ان پانچ سو میں سے اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرے شخص کو ان چالیس میں داخل کر دے گا۔''

(حلیة الاولیاء لابی نعیم الاصبھانی : ۸/۱، تاریخ ابن عساکر : ۳۰۲/۱، ۳۰۳)

تبصرہ : یہ روایت کئی وجوہ سے باطل ہے جیسا کہ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۰۸۔۵۹۷ھ) اس کے بارے میں لکھتے ہیں : **موضوع ، وفیه مجاهیل .** ''یہ من گھڑت روایت ہے۔ اس میں کئی مجہول راوی ہیں۔''

(الموضوعات لابن الجوزی : ۱۵۱/۳)

آیئے اس کے بطلان کی وجوہات کا جائزہ لیتے ہیں :

① اس کے راوی سعید بن ابی زیدون کے حالات نہیں ملے۔

② عبد اللہ بن ہارون الصوری راوی کی توثیق نہیں مل سکی۔ اس کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۶۷۳۔۷۴۸ھ) لکھتے ہیں : **عن الأوزاعیّ ، لا یعرف ، والخبر کذب فی أخلاق الأبدال .** ''یہ اوزاعی سے بیان کرتا ہے اور غیر معروف راوی ہے۔ اس کی طرف سے ابدال کے اوصاف میں بیان کی گئی روایت جھوٹ ہے۔''(میزان الاعتدال للذهبی : ۵۱۶/۲)

③ اس میں امام زہری رحمہ اللہ کی تدلیس موجود ہے۔ سماع کی تصریح نہیں ملی۔

حدیث نمبر ② : سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **الأبدال فی ھذہ الأمّة ثلاثون رجلا ، قلوبھم علی قلب إبراھیم خلیل الرحمن ، کلّما مات منھم رجل أبدل اللّٰہ مکانه رجلا .** ''اس امت میں تیس ابدال ہوں گے جن کے دل سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دل پر ہوں گے۔ ان میں سے جوفوت ہو گا، اللہ اس کی جگہ دوسرا بدل دے گا۔'' (مسند الامام احمد : ۳۲۲/۵، اخبار اصفھان لابی نعیم : ۱۸۰/۱)

تبصرہ : اس کی سند ''ضعیف'' ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ یہ روایت بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں: **وھو منکر .** ''یہ روایت منکر ہے۔''

① اس کا راوی عبدالواحد بن قیس شامی اگرچہ جمہور کے نزدیک ''موثق، حسن الحدیث'' ہے لیکن اس سے بیان کرنے والے راوی الحسن بن ذکوان کے بارے میں امام یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **کان الحسن بن ذکوان یحدّث عنه بعجائب .** ''حسن بن ذکوان اس سے عجیب وغریب (منکر) روایات بیان کرتا تھا۔'' (الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم : ۲۳/۶، وسندہٗ صحیحٌ)

② الحسن بن ذکوان ''مدلس'' راوی ہے، سماع کی تصریح نہیں ملی۔

③ عبدالواحد بن قیس شامی کا سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہے۔ لہٰذا یہ روایت منکر، مدلّس ہونے کے ساتھ ساتھ ''منقطع'' بھی ہے۔

حدیث نمبر ③ : سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **الأبدال فی أمّتی ثلاثون ، بھم تقوم الأرض ، وبھم تمطرون وبھم تنصرون .** ''میری امت میں تیس ابدال ہوں گے۔ ان کے سبب سے ہی زمین قائم رہے گی اور ان کی وجہ سے ہی تم پر بارش

کی جائے گی اور تمہاری مدد کی جائے گی۔''(تفسیر ابن کثیر : ۳۰٤/۱، مجمع الزوائد : ٦٣/۱۰)

تبصرہ : اس روایت کی سند ''ضعیف'' ہے کیونکہ :

①، ② اس کے دو راویوں عمرو البزار اور عنبسہ الخواص کے بارے میں حافظ ہیثمی رحمہ اللہ (۷۳۵۔۸۰۷ھ) خود فرماتے ہیں : **وکلاھما لم أعرفه .**

''ان دونوں کو میں نہیں جانتا۔''(مجمع الزوائد : ٦٣/۱۰)

③ اس روایت میں امام قتادہ کی ''تدلیس'' بھی موجود ہے۔

حدیث نمبر ④ : سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **إنّ الأبدال بالشام یکونون ، وھم أربعون رجلا ، بھم تسقون الغیث ، وبھم تنصرون علی أعدائکم ، ویصرف عن أھل الأرض البلاء والغرق .** ''ابدال شام میں ہوتے ہیں اور وہ چالیس مرد ہیں۔ ان کے سبب سے تمہیں بارش دی جاتی ہے اور ان کی وجہ سے تمہیں دشمنوں پر فتح دی جاتی ہے اور ان کے سبب سے اہل زمین سے تکالیف اور مصائب دور کیے جاتے ہیں۔''(تاریخ ابن عساکر : ۲۸۹/۱)

تبصرہ : اس کی سند ''ضعیف'' ہے کیونکہ شریح بن عبید کا سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں ہے۔ حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں : **ھذا منقطع بین شریح وعلی ، فإنّه لم یلقه .**

''یہ روایت شریح اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے درمیان منقطع ہے کیونکہ شریح نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات نہیں کی۔''

حدیث نمبر ⑤ : سیدنا مالک بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے کہ اہل شام کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

فیهم الأبدال ، وبهم تنصرون ، وبهم ترزقون . ''ان میں ابدال ہوں گے۔ انہی کی وجہ سے تمہاری مدد کی جائے گی اور انہی کی وجہ سے تمہیں رزق دیا جائے گا۔''(المعجم الکبیر للطبرانی : ۶۵/۱۸، ۱۲۰: ، تاریخ ابن عساکر : ۲۹۰/۱)

تبصرہ : اس کی سند سخت ''ضعیف'' ہے کیونکہ :

① اس کے راوی عمرو بن واقد کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

متروک . ''یہ پرلے درجے کا جھوٹا شخص تھا۔''(تقریب التہذیب : ۵۱۳۲)

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **وقد ضعّفه جمهور الأئمّة .**

''اسے جمہور ائمہ کرام نے ضعیف قرار دیا ہے۔''(مجمع الزوائد : ۶۳/۱۰)

② اس میں انقطاع بھی ہے کیونکہ محمد بن المبارک الصوری اور اس کے متابع ہشام بن عمار دونوں کی عمرو بن واقد سے ملاقات نہیں ہوئی۔ عمرو بن واقد کی وفات ۱۳۰ ہجری میں ہوئی جبکہ ان دونوں کی ولادت ۱۵۳ ہجری میں ہوئی تھی۔

حدیث نمبر ⑥ : سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **الأبدال بالشام ، وهم أربعون رجلا ، كلّما مات رجل أبدل الله مكانه رجلا ، يسقى بهم الغيث ، وينصر بهم على الأعداء ، ويصرف عن أهل الشام بهم العذاب .** ''ابدال شام میں ہیں۔ وہ چالیس مرد ہیں۔ جو ان میں سے فوت ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرا بدل دیتا ہے۔ ان کے سبب سے تمہیں بارش دی جاتی ہے اور دشمنوں کے مقابلہ میں امداد دی جاتی ہے، نیز اہل شام سے ان کے سبب سے عذاب دور کیا جاتا ہے۔''

(مسند الامام احمد : ۱۱۲/۱)

تبصرہ : اس کی سند انقطاع کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔شریح بن عبید کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سماع ولقاء نہیں۔شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

وھو حدیث منقطع ، لیس بثابت . ''یہ حدیث منقطع ہے، صحیح و ثابت نہیں ہے۔''(الفرقان بین اولیاء الرحمن واولیاء الشیطان لابن تیمیة : ص ١٠١)

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں : **ولا یصحّ أیضا ، فإنّہ منقطع .**

''یہ روایت بھی ثابت نہیں کیونکہ یہ منقطع ہے۔''(المنار المنیف لابن القیم : ص ١٣٦)

خوب یاد رہے کہ منقطع حدیث ''ضعیف'' ہوتی ہے۔سند کا متصل ہونا صحتِ حدیث کے لیے ضروری اور بنیادی شرط ہے۔

حدیث نمبر ⑦ : سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : **الأبدال أربعون رجلا وأربعون امرأة ، کلّما مات رجل أبدل اللّٰہ مکانہ رجلا ، وکلّما ماتت امرأة أبدل اللّٰہ مکانھا امرأة .**

''ابدال چالیس مرد اور چالیس عورتیں ہیں۔جب ان میں سے کوئی مرد مر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرا بدل دیتا ہے اور جب کوئی عورت مر جاتی ہے تو اللہ اس کی جگہ دوسری عورت بدل دیتا ہے۔''(مسند الدیلمی : ١١٩/١، ح : ٤٠٥، القول المسدد لابن حجر : ٨٣، من طریق الخلال)

تبصرہ : اس روایت کی سند ''ضعیف'' ہے۔اس کو حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے الموضوعات (١٢٥/٣) میں ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے : **ففیہ مجاھیل .**

''اس میں کئی مجہول راوی ہیں۔''

نیز عطاء الخراسانی کا سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں ، لہٰذا یہ سند منقطع بھی ہے۔

حدیث نمبر ⑧ : امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **الأبدال من الموالی .** ''ابدال موالی میں سے ہوں گے۔''(میزان الاعتدال للذھبی : ۴۷/۲)

تبصرہ : یہ باطل روایت ہے کیونکہ:

① عطاء تابعی ڈائریکٹ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کررہے ہیں، لہٰذا مرسل ہونے کی بنا پر یہ روایت ''ضعیف'' ہوئی۔

② اس کا راوی ابوعبید الآجری نامعلوم شخص ہے۔

③ اس کا راوی الرجال بن سالم مجہول ہے۔ اس کے اور اس کی روایت کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: **لا یدری من ھو ، والخبر منکر .** ''یہ نامعلوم شخص ہے اور اس کی بیان کردہ روایت منکر ہے۔''(میزان الاعتدال : ۴۷/۲)

حدیث نمبر ⑨ : بکر بن خنیس مرفوعاً بیان کرتے ہیں:

علامة أبدال أمّتی أنّھم لا یلعنون شیئا أبدا . ''میری امت کے ابدال کی نشانی یہ ہے کہ وہ کسی بھی چیز پر لعن طعن نہیں کرتے۔''(کتاب الاولیاء لابن ابی الدنیا : ۵۹)

تبصرہ : اس کی سند سخت ''ضعیف'' ہے۔ بکر بن خنیس کوفی راوی جمہور محدثین کرام کے نزدیک ''ضعیف ومتروک'' ہے۔ نیز اس کا تعلق طبقہ سابعہ ہے۔ کبار تابعین میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ یہ کس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی روایت بیان کرسکتا ہے؟ یہ سند معضل (پے در پے منقطع) بھی ہے۔

② اس میں عبدالرحمٰن بن محمد المحاربی راوی ''مدلس'' بھی ہے۔

حدیث نمبر ⑩ : سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا: **لن تخلو الأرض مثل إبراهيم خليل الرحمن ، بهم تغاثون ، وبهم ترزقون ، وبهم تمطرون .** ''زمین خالی نہ رہے گی ایسے لوگوں سے جو مثل ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ السلام کے ہوں گے۔ ان کے سبب سے تمہیں رزق دیا جائے گا اور بارش برسائی جائے گی۔'' (کتاب المجروحین لابن حبان: ٦١/٢، ت: ٦٠٥)

تبصرہ : یہ گھڑنتل ہے۔ اس کو ایجاد کرنے والا راوی عبد الرحمٰن بن مرزوق بن عوف ہے۔ امام ابن حبان رحمہ اللہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں :

يضع الحديث ، لا يحلّ ذكره إلّا على سبيل القدح فيه .

''یہ حدیث گھڑنے کا کام کرتا تھا۔ جرح کے بغیر اس کا ذکر جائز نہیں۔''

حدیث نمبر ⑪ : سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **إنّ أبدال أمّتي لم يدخلوا الجنّة بالأعمال ، ولكن إنّما دخلوا برحمة الله وسخاوة النفس وسلامة الصدر ...**

''میری امت کے ابدال اپنے اعمال کے سبب سے جنت میں داخل نہ ہوں گے بلکہ اللہ کی رحمت سے، نفسوں کی سخاوت سے اور سینوں کی سلامتی سے داخل ہوں گے۔۔۔''

(شعب الایمان للبیہقی : ١٠٨٩٣)

تبصرہ : اس کی سند سخت ''ضعیف'' ہے کیونکہ :

① اس کے راوی صالح بن بشیر المری ابوبشر البصری کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ ''ضعیف'' راوی ہے۔ (تقریب التهذیب لابن حجر : ٢٨٤٤)

② اس میں حسن بصری رحمہ اللہ کی ''تدلیس'' بھی موجود ہے۔

حدیث نمبر ⑫ : سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **البدلاء أربعون ، اثنان وعشرون بالشام وثمانية عشر بالعراق ، كلّما مات منهم واحد بدّل اللّٰه مكانه آخر ، فإذا جاء الأمر قبضوا كلّهم ، فعند ذلک تقوم الساعة .** ''ابدال چالیس ہیں، بائیس شام میں ہوتے ہیں اور اٹھارہ عراق میں۔ ان میں سے جو فوت ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرا ابدل دیتا ہے اور جب اللہ کا حکم آئے گا تو سب فوت ہو جائیں گے۔ اسی وقت قیامت آئے گی۔''(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی : ۲۲۰/۵، ۲۲۱)

تبصرہ : یہ خودساختہ روایت ہے۔ اس کا راوی العلاء بن زید ثقفی وضّاع (اپنی طرف سے حدیثیں گھڑنے والا) ہے۔ خود امام ابن عدی رحمہ اللہ نے اسے ''منکر الحدیث'' قرار دیا ہے۔ کبار ائمہ محدثین نے اسے ''متروک'' کہا ہے۔

حدیث نمبر ⑬ :

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **لن تخلو الأرض من أربعين رجلا مثل خليل الرحمن ، فبهم يسقون ، وبهم ينصرون ، ما مات منهم أحد إلّا أبدل اللّٰه مكانه آخر .** ''چالیس مرد جو مثل خلیل اللہ کے ہیں، ان سے زمین کبھی خالی نہ ہوگی۔ ان کی وجہ سے تمہیں بارش اور تمہیں مدد دی جائے گی۔ جب ان سے کوئی فوت ہو، اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرا ابدل دے گا۔''(المعجم الاوسط للطبرانی : ۲٤۷/٤، ح : ٤١٠١)

تبصرہ : اس کی سند ''ضعیف'' ہے کیونکہ :

①۔③ اس میں عبد الوہاب بن عطاء الخفاف، اس کا استاذ سعید بن ابی عروبہ اور اس کا استاذ قتادہ تینوں ہی ''مدلس'' ہیں اور وہ ''عن'' سے روایت کر رہے ہیں۔ سماع کی تصریح ثابت نہیں، لہٰذا روایت سخت ''ضعیف'' ہے۔

④ اسحاق بن زریق کی توثیق بھی معلوم نہیں ہوسکی۔

حدیث نمبر ⑭ : سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **لا یزال أربعون رجلا من أمّتی ، قلوبھم علی قلب إبراھیم علیہ السلام ، یدفع اللّٰہ بھم عن أھل الأرض ، یقال لھم : الأبدال...**

''میری امت میں چالیس مرد ہمیشہ ایسے رہیں گے جن کے قلوب (دل) قلب ابراہیم علیہ السلام کی مانند ہوں گے۔ ان کی وجہ سے اہل زمین سے تکالیف دور کی جائیں گی۔ ان کو ابدال کہا جاتا ہے۔''(المعجم الکبیر للطبرانی : ۱۸۱/۱۰، ح : ۱۰۳۹۰، حلیۃ الاولیاء لابی نعیم الاصبہانی : ۱۷۲/۴، ۱۷۳)

تبصرہ : اس کی سند کئی وجوہ سے ''ضعیف'' ہے :

① اس میں اعمش راوی کی ''تدلیس'' ہے۔

② ثابت بن عیاش الاحدب راوی غیر معروف ہے۔ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں اسے نہیں جانتا۔(مجمع الزوائد : ۶۳/۱۰)

حدیث نمبر ⑮ : سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **إنّ للّٰہ عزّ وجلّ فی الخلق ثلاثمائۃ قلوبھم علی قلب آدم علیہ السلام ، وللّٰہ تعالیٰ فی الخلق أربعون قلوبھم علی قلب موسیٰ ، وللّٰہ فی الخلق سبعۃ قلوبھم علی قلب إبراھیم ، وللّٰہ تعالیٰ فی الخلق خمسۃ قلوبھم علی قلب جبرائیل ، وللّٰہ فی الخلق ثلاثۃ قلوبھم علی قلب میکائیل ، وللّٰہ فی الخلق واحد قلبہ علی قلب إسرافیل .** ''اللہ تعالیٰ کے تین سو بندے مخلوق میں جن کے دل سیدنا آدم علیہ السلام کے دل کی مانند ہیں، چالیس ایسے ہیں جن کے دل موسیٰ علیہ السلام کے دل کی مانند ہیں، سات ایسے ہیں جن کے دل سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دل کی مانند ہیں، پانچ ایسے ہیں جن کے دل جبرائیل علیہ السلام کے دل پر ہیں، تین ایسے ہیں جن کے

دل میکائیل کے قلب پر ہیں اور ایک ایسا بندہ ہے جس کا دل اسرافیل علیہ السلام کے دل پر ہے۔''

(حلیة الاولیاء لابی نعیم الاصبهانی : ۹۰۸/۱)

تبصرہ : یہ روایت جھوٹ کا پلندا ہے۔حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

هو كذب ، فقاتل الله من وضع هذا الإفك . ''یہ جھوٹ ہے۔اللہ تعالیٰ یہ جھوٹ اختراع کرنے والے کو تباہ و برباد کرے۔''(میزان الاعتدال للذهبی : ۵۰/۳)

نیز فرماتے ہیں : **أتّهمه به أو عثمان .** ''میں اس جھوٹ کا خالق اس (عبدالرحیم بن یحییٰ الآدمی) کو یا عثمان (بن عمارہ) کو سمجھتا ہوں۔''

(میزان الاعتدال للذهبی : ۶۰۸/۲)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ متردّد ہیں کہ اس حدیث کو عبدالرحیم بن یحییٰ الآدمی نے گھڑا ہے یا عثمان بن عمارہ نے۔ یہ دونوں حضرات نامعلوم و مجہول ہیں۔مطلب یہ ہے کہ یہ کارستانی ان دونوں میں سے ایک کی ہے۔

اس روایت میں ابراہیم نخعی کی ''تدلیس'' بھی موجود ہے۔

حدیث نمبر ⑯ : محمد بن علی بن جعفر ابوبکر الکتانی الصوفی کہتے ہیں:

النقباء ثلاث مأة ، والنجباء سبعون ، والبدلاء أربعون ، والأخيار سبعة ، والعمد أربعة ، والغوث واحد . ''نقباء تین سو ہیں، نجباء ستر ہیں، ابدال چالیس ہیں، اخیار سات، قطب چار اور غوث ایک ہے۔''(تاریخ بغداد للخطیب : ۷۵/۳)

تبصرہ : یہ جھوٹی کہانی ہے، اس کو گھڑنے والا شخص علی بن عبداللہ بن الحسن بن جہضم الہمدانی ہے۔اس کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

متّهم بوضع الحديث . ''یہ حدیث گھڑنے کے ساتھ متہم ہے۔''

(میزان الاعتدال للذهبی : ۱۴۲/۳)

نیز فرماتے ہیں: لیس بثقة ، بل متّهم ، یأتی بمصائب .

''یہ ثقہ نہیں بلکہ متہم راوی ہے جو کہ جھوٹ طوفان بیان کرتا ہے۔''

(سیر اعلام النبلاء للذہبی : ۲۷٦/۱۷)

نیز یہ نہ قرآن ہے نہ حدیث، نہ قول صحابی ہے نہ قول تابعی۔

یہ باطل وضعیف قول آگے یوں ہے: فمسكن النقباء المغرب ، ومسكن النجباء مصر ، ومسكن الأبدال الشام ، والأخيار سيّاحون فی الأرض، والعمد فی زوايا الأرض ، ومسكن الغوث مكّة ، فإذا عرضت الحاجة من أمر العامّة ابتهل فيها النقباء ، ثمّ النجباء ، ثمّ الأبدال ، ثمّ الأخيار ، ثمّ العمد ، ثمّ أجيبوا ، وإلّا ابتهل الغوث ، فلا يتمّ مسألته حتّى تجاب دعوته .

''نقباء کا مسکن مغرب، نجباء کا مصر، ابدال کا شام ہے۔ اخیار سیّاح (گھومنے پھرنے والے) ہوتے ہیں۔ قطب زمین کے گوشوں میں ہوتے ہیں۔ جب مخلوق کو عمومی مصیبت آ جائے تو دعا کے لیے نقباء ہاتھ پھیلاتے ہیں، اگر قبول نہ ہو تو نجباء، پھر اخیار، پھر قطب، اگر پھر بھی قبول نہ ہو تو غوث دُعا کے لیے ہاتھ پھیلاتا ہے حتی کہ اس کی دعا قبول ہو جاتی ہے۔''(تاریخ بغداد للخطیب : ۷۵/۳)

یہ کتانی کے قول کا بقیہ حصہ ہے جس کے راوی کے متعلق آپ جان چکے ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (٦٦١-٧٢٨ھ) فرماتے ہیں:

وكذا كلّ حديث يروى عن النبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم فی عدّة الأولياء والأبدال والنقباء والنجباء والأوتاد والأقطاب ، مثل أربعة أو سبعة أو اثنى عشر أو أربعين أو سبعين أو ثلاثمائة وثلاثة عشر أو القطب الواحد ، فليس فی ذلک شیء صحيح عن النبی صلّى اللّٰه عليه وسلّم ، ولم ينطق السلف بشیء من هذه الألفاظ إلا بلفظ الأبدال ... ''اسی طرح ہر وہ روایت جو نبی اکرم ﷺ سے اولیاء، ابدال، نقباء، نجباء، اوتاد اور اقطاب کی تعداد مثلاً چار، سات، بارہ،

چالیس، ستر، تین سو، تیرہ یا ایک قطب کے بارے میں بیان کی گئی ہے، ان میں سے کوئی بھی نبی اکرم ﷺ سے ثابت نہیں نہ ان الفاظ میں سے سلف نے کوئی لفظ بولا ہے، سوائے ابدال کے لفظ کے۔۔۔'' (الفرقان بين اولياء الرحمن واولياء الشيطان لابن تيمية : ١٠١)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: **ستكون فتنة يحصل الناس منها كما يحصل الذهب فى المعدن ، فلا تسبّوا أهل الشام ، وسبّوا ظلمتهم ، فإنّ فيهم الأبدال، وسيرسل اللّٰه إليهم سيبا من السماء فيغرقهم ، حتّى لو قاتلتهم الثعالب غلبتهم، ثمّ يبعث اللّٰه عند ذلک رجلا من عترة رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم فى اثنى عشر ألفا إن قلّوا وخمسة عشر ألفا إن كثروا ، إمارتهم أو علامتهم أمت أمت على ثلاث رايات ، يقاتلهم أهل سبع رايات ، ليس من صاحب راية إلّا و هو يطمع بالملک ، فيقتتلون و يهزمون ، ثمّ يظهر الهاشمىّ ، فيردّ اللّٰه إلى الناس إلفتهم ونعمتهم ، فيكونون على ذلک حتّى يخرج الدجّال.**

''عنقریب فتنہ نمودار ہوگا۔ لوگ اس سے ایسے کندن بن کر نکلیں گے جیسے سونا بھٹی میں کندن بنتا ہے۔ تم اہل شام کو بُرا بھلا نہ کہو بلکہ ان پر ظلم کرنے والوں کو بُرا بھلا کہو کیونکہ اہل شام میں ابدال ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان پر آسمان سے بارش نازل کرے گا اور ان کو غرق کر دے گا۔ اگر لومڑیوں جیسے مکار لوگ بھی ان سے لڑیں گے تو وہ ان پر غالب آ جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کے خاندان میں سے ایک شخص کو کم از کم بارہ ہزار اور زیادہ سے زیادہ پندرہ ہزار لوگوں میں بھیجے گا۔ ان کی علامت أمت أمت ہوگی۔ وہ تین جھنڈوں پر ہوں گے۔ ان سے سات جھنڈوں والے لڑائی کریں گے۔ ہر جھنڈے والا بادشاہت کا طمع کرتا ہوگا۔ وہ لڑیں گے اور شکست کھائیں گے، پھر ہاشمی غالب آ جائے گا اور اللہ تعالیٰ لوگوں کی طرف ان کی الفت اور محبت و مودّت لوٹا دے گا۔ وہ دجّال کے نکلنے تک یونہی رہیں گے۔'' (المستدرك على الصحيحين للحاكم : ٥٩٦/٤، ح : ٨٦٥٨، وسندهٗ صحيحٌ)

اس روایت کو امام حاکم رحمہ اللہ نے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' قرار

دیاہے۔

ابدال کی تعریف وتفسیر میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۶۶۱۔۷۲۸ھ) فرماتے ہیں :

فسّروه بمعان ، منها : أنّهم أبدال الأنبياء ، ومنها : أنّه كلّما مات منهم رجل أبدل الله مكانه رجلا ، ومنها : أنّهم أبدلوا السيّئات من أخلاقهم وأعمالهم وعقائدهم بحسنات ، وهذه الصفات لا تختصّ بأربعين ، ولا بأقلّ ، ولا بأكثر ، ولا تحصر بأهل بقيّة من الأرض . ''علمائے کرام نے اس کی کئی تفسیریں کی ہیں۔ ایک یہ ہے کہ وہ انبیاء کے بدل ہیں۔ ایک یہ کہ ان میں سے جب کوئی فوت ہوتا ہے ، اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرے شخص کو کھڑا کر دیتے ہیں۔ ایک یہ کہ انہوں نے اپنے اخلاق ، اعمال اور عقائد سے برائیوں کو نکال کر ان کی جگہ نیکیوں کو دے دی ہے۔ یہ صفات چالیس یا کم وبیش کے ساتھ خاص نہیں نہ باقی زمین والوں سے ان کو بند کیا گیا ہے۔''(مجموع الفتاوی لابن تیمیة : ۴۴۲/۱۱)

لمحہ فکریہ : ''حاجی کفایت اللہ صاحب بیان کرتے ہیں : اعلیٰ حضرت (احمد رضا خان بریلوی) بنارس تشریف لے گئے۔ایک دن دوپہر کو ایک جگہ دعوت تھی۔ میں ہمراہ تھا، واپسی میں تانگے والے سے فرمایا: اس طرف فلاں مندر کے سامنے سے ہوتے ہوئے چل۔ مجھے حیرت ہوئی کہ اعلیٰ حضرت بنارس کب تشریف لائے اور کیسے یہاں کی گلیوں سے واقف ہوئے اور اس مندر کا نام کب سنا؟ اسی حیرت میں تھا کہ تانگہ مندر کے سامنے پہنچا، دیکھا کہ ایک سادھو مندر سے نکلا اور تانگہ کی طرف دوڑا۔ آپ نے تانگہ رُکوا دیا۔ اس نے اعلیٰ حضرت کو ادب سے سلام کیا اور کان میں کچھ باتیں ہوئیں جو میری سمجھ سے باہر تھیں، پھر وہ سادھو مندر میں چلا گیا، ادھر تانگہ بھی چل پڑا، تب میں نے عرض کی : حضور! یہ کون تھا؟ فرمایا : ابدالِ وقت۔عرض کی : مندر میں ؟ فرمایا : آم کھائیے ، پتے نہ گنیے۔''(اعلی حضرت ، اعلی سیرت از محمد رضا الحسن قادری بریلوی : ص ۱۳۴)
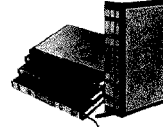
اللہ تعالیٰ نے شیطان لعین کا قول نقل فرمایا ہے:

﴿وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ﴾ (النساء : ١١٩)

''میں ان کو ضرور حکم دوں گا اور وہ ضرور اللہ کی تخلیق کو بدل ڈالیں گے۔''

اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں سیدنا ابن عباس (تفسیر طبری: ۱۰۴۷۰، وسندہ صحیح) اور سیدنا انس بن مالک (تفسیر طبری: ۱۰۴۷۰، وسندہ حسن) رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے جانور کے خصّی کرنے کی کراہت ثابت ہوتی ہے کیونکہ یہ فعل اللہ کی تخلیق میں بگاڑ کا باعث ہے۔

یہی بات ربیع بن انس رحمہ اللہ نے کہی ہے۔(تفسیر الطبری : ١٠٤٧٤، وسندہٗ حسنٌ)

اسی طرح شہر بن حوشب (تفسیر طبری: ۱۰۴۷۵، وسندہ صحیح) اور امام سفیان (تفسیر طبری: ۱۰۴۷۵، وسندہ صحیح) رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس آیتِ کریمہ سے جانور کو خصّی کرنا مراد ہے۔

عکرمہ تابعی رحمہ اللہ کے بارے میں ہے: **أنّه كره خصاء الداواب .**

''وہ جانوروں کو خصّی کرنا مکروہ سمجھتے تھے۔''(مصنف ابن ابی شیبۃ : ٢٢٦/١٢، وسندہٗ صحیحٌ)

یزید بن ابی حبیب بیان کرتے ہیں: **كتب عمر بن عبد العزيز إلى أهل مصر ينهاهم عن خصاء الخيل ، وأن يجرئ الصبيان الخيل .**

''امام عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اہل مصر کی طرف خط لکھا جس میں گھوڑوں کو خصّی کرنے اور بچوں کے گھوڑوں کو دوڑانے سے ان کو منع فرمایا۔''

(مصنف ابن ابی شیبۃ : ٢٢٥/١٢، وسندہٗ صحیحٌ)

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے امام اوزاعی رحمہ اللہ سے جانور کو خصّی کرنے کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: **كانوا يكرهون خصاء كلّ**

شیء له نسل . ''اسلاف ان تمام چیزوں کوخصّی کرنا مکروہ سمجھتے تھے جن کی نسل چل سکتی ہے۔'' (مصنف عبد الرزاق : ٤٥٨/٤، ح : ٨٤٤٧)

امام نافع رحمہ اللہ، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں بیان کرتے ہیں :

إنّه كان يكره الإخصاء ، ويقول : فيه تمام الخلق . ''آپ خصّی کرنے کومکروہ جانتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس میں تخلیق کی تکمیل ہے۔''

(الموطا للامام مالك : ٢٧٢٩، وسندهٗ صحيحٌ)

امام اسحاق بن منصور مروزی رحمہ اللہ کہتے ہیں : قلت : يكره إخصاء الدوابّ ، قال : إی لعمری ، هی نماء الخلق ، قال إسحاق : كما قال .

میں نے کہا : کیا جانوروں کوخصّی کرنا مکروہ ہے؟ آپ (امام احمد رحمہ اللہ) نے فرمایا : ہاں، اللہ کی قسم! یہ (اعضائے تناسل) تخلیقِ الٰہی کی تکمیل ہے۔ امام اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حق یہی ہے۔'' (مسائل الامام احمد بن حنبل و اسحاق بن راهويه : ٢٧٨٦)

یہ تو کراہت کے بارے میں اقوال تھے۔ بعض اہل علم نے جانوروں کوخصّی کرنے کی رخصت بھی دی ہے، جیسا کہ :

① امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بکرے اور دنبے کوخصّی کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (تفسير الطبری : ١٠٤٧٥، وسندهٗ صحيحٌ)

② امام ہشام بن عروہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں : إنّ أباه (عروة بن الزبير) خصى بغلا له . ''ان کے والد عروہ بن زبیر تابعی رحمہ اللہ نے اپنا ایک خچر خصّی کیا تھا۔'' (مصنف ابن ابی شيبة : ٢٢٦/١٢، وسندهٗ صحيحٌ)

③ امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ گھوڑے کوخصّی کرنے میں کوئی حرج خیال نہیں کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شيبة : ٢٢٧/١٢، وسندهٗ صحيحٌ)

دونوں طرف کے اجتہادات کو سامنے رکھتے ہوئے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ضرورت

کے پیش نظر جانور کو خصّی کیا جا سکتا ہے، لیکن بغیر ضرورت کے ایسا کرنا مکروہ اور ناپسندیدہ فعل ہے جیسا کہ امام بیہقی رحمہ اللہ (۳۸۴۔۴۵۸ھ) فرماتے ہیں :

ويحتمل جواز ذلک إذا اتّصل به غرض صحيح كما روينا عن التابعين.

''جب کوئی واقعی ضرورت درپیش ہو تو خصّی کرنے کا جواز معلوم ہوتا ہے جیسا کہ ہم نے تابعین کرام سے یہ بات روایت کی ہے۔''(السنن الکبری للبیہقی : ۲٤/۱۰)

تنبیہ بلیغ : نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جانور کو خصّی کرنے کی ممانعت یا جواز ثابت نہیں۔ اس بارے میں وارد شدہ تمام کی تمام روایات ''ضعیف'' اور ناقابل استدلال ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں :

① سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں : **نهى رسول الله صلّى الله عليه وسلّم عن إخصاء الخيل والبهائم .** ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں اور مویشیوں کو خصّی کرنے سے منع فرمایا۔''(مسند الامام احمد : ۲٤/۲)

تبصرہ : اس کی سند ''ضعیف'' ہے کیونکہ عبد اللہ بن نافع المدنی راوی ''ضعیف'' ہے۔ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں : **ضعّفه الجمهور .**

''اسے جمہور محدثین کرام نے ضعیف قرار دیا ہے۔''(مجمع الزوائد : ۱۲/٤)

② سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **لا إخصاء في الإسلام .** ''اسلام میں خصّی کرنے کی کوئی اجازت نہیں۔''

(السنن الکبری للبیہقی : ۲٤/۱۰)

تبصرہ : اس کی سند سخت ''ضعیف'' ہے کیونکہ :

① اس میں عبد اللہ بن لہیعہ راوی ''ضعیف، مدلس اور مختلط'' ہے۔

② اس کا راوی مقدام بن داوٗد الرعینی بھی سخت ''ضعیف'' ہے۔

(تقریب التہذیب : ٣٦٦١)

امام بیہقی رحمہ اللہ خود فرماتے ہیں : **فیه ضعف .** ''اس میں کمزوری ہے۔''

③ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں : **نهى رسول الله صلّى الله عليه وسلّم عن إخصاء الإبل والبقر والغنم والخيل ، وقال : إنّما النماء فی الحبل .** ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ ، بیل، بکرے اور گھوڑے کو خصّی کرنے سے منع کیا اور فرمایا: افزائش نسل تو گابھن کرنے سے ہی ہوتی ہے۔''

(السنن الکبری للبیهقی : ١٠/٢٤، الکامل لابن عدی : ٢/١٨٠)

تبصره : اس کی سند میں جبارہ بن مغلس راوی ''ضعیف'' ہے۔

(الکاشف للذهبی : ١/١٢٣، تقریب التهذیب لابن حجر : ٨٩٠)

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں : **وضعّفه الجمهور .** ''اسے جمہور محدثین کرام نے ضعیف قرار دیا ہے۔''(مجمع الزوائد : ٩/٢٠)

④ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: **إنّ النبی صلّى الله عليه وسلّم نهى عن الإخصاء ، وقال : فيه نماء الخلق .** ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو خصّی کرنے سے منع کیا اور فرمایا: اس (عضو تناسل) میں تخلیق کی افزائش ہے۔''

(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی : ٢/١٨١، ترجمة جُبَارَة بن مُغَلِّس)

تبصره : اس کی سند ''ضعیف'' ہے۔ اس میں بھی وہی جبارہ بن مغلس راوی ''ضعیف'' ہے۔

⑤ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے : **نهى رسول الله صلّى الله عليه وسلّم عن إخصاء البهائم .** ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مویشیوں کو خصّی کرنے سے منع فرمایا۔''(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی : ٢/١٨١، ترجمة جبارة بن مغلس)

تبصرہ : اس کی سند بھی جبارہ بن مغلس کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔

⑥ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ہی روایت ہے : **إنّ النبیّ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم نهی عن إخصاء الفحولة ، لأن لا ینقطع النسل .**

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نر کو خصّی کرنے سے منع فرمایا ہے تاکہ نسل ختم نہ ہو جائے۔''

(الکامل لابن عدی : ۲۸۷/۳، ترجمة سلیمان بن مسلم الخشاب)

تبصرہ : اس کی سند سخت ''ضعیف'' ہے۔ اس کے راوی سلیمان بن مسلم الخشاب کو حافظ ابن الجوزی اور حافظ ذہبی رحمہما اللہ نے متہم قرار دیا ہے۔ نیز حافظ ذہبی نے اس کی بیان کردہ دو حدیثوں کو من گھڑت کہا ہے۔ حافظ ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

هذا قلیل الحدیث ، وهو شبه المجهول . ''اس کی بیان کردہ احادیث بہت کم ہیں اور یہ مجہول راویوں جیسا ہے۔'' (الکامل لابن عدی : ۲۸۷/۳)

امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں : **شیخ یروی عن سلیمان التیمی ما لیس من حدیثه ، لا تحلّ الروایة عنه إلّا علی سبیل الاعتبار للخواصّ .**

''یہ ایسا شیخ ہے جو سلیمان تیمی سے وہ روایات بیان کرتا ہے جو اس کی بیان کردہ احادیث میں سے نہیں ہوتیں۔ اس کی روایت کو بیان کرنا جائز نہیں۔ صرف ماہر لوگ متابعات و شواہد کے ضمن میں ایسا کر سکتے ہیں۔'' (المجروحین لابن حبان : ۳۳۲/۱)

حافظ بیہقی رحمہ اللہ نے اسے ''لیس بالقوی'' کہا ہے۔ (شعب الایمان للبیہقی : ٤٤٤/٥)

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں : **وهو ضعیف جدّا .** ''یہ سخت ضعیف راوی ہے۔'' (مجمع الزوائد : ۲٦٩/۷، ۳۹۵/۱۰)

⑦ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں : **إنّ النبیّ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم نهی عن الإخصاء ، وقال : إنّما النماء في الذکور .**

’’نبی اکرم ﷺ نے خصّی کرنے سے منع کیا اور فرمایا: افزائش نسل تو نَر ہی میں ہوتی ہے۔‘‘(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی: ٣٢١/٤، ١٨١/٢ مختصراً)

تبصرہ: یہ سند من گھڑت ہے۔اس کے راوی عبدالرحمٰن بن الحارث الکفر توثی الملقب بہ جحدر کے بارے میں امام ابن عدی رحمہ اللہ خود فرماتے ہیں:

یسرق الحدیث . ’’یہ احادیث کا چور تھا۔‘‘

اس میں سفیان ثوری رحمہ اللہ کی ’’تدلیس‘‘ بھی ہے، سماع کی تصریح نہیں ملی، نیز اس میں ایک اور علت بھی ہے۔

⑧ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: **نهانا رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم عن الإخصاء ، وقال : إنّما النماء فى الذكور .**

’’رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خصّی کرنے سے منع کیا اور فرمایا: افزائش نسل تو نَر ہی میں ہوتی ہے۔‘‘(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی: ١٨١/٢، ٣٢١/٤)

تبصرہ: اس کی سند ’’ضعیف‘‘ ہے کیونکہ اس کے راوی یوسف بن محمد بن سابق قرشی کی سوائے امام ابن حبان رحمہ اللہ کے کسی نے توثیق نہیں کی، لہٰذا یہ مجہول الحال ہے۔نیز یحییٰ بن یمان کا عبیداللہ سے سماع بھی معلوم نہیں ہو سکا۔

⑨ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: **نهى النبىّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم عن إخصاء الإبل والبقر والغنم والخيل ، وقال : إنّما النماء فى الحبل .** ’’نبی اکرم ﷺ نے اونٹ، بیل، بکرے، دنبے اور گھوڑے کو خصّی کرنے سے منع کیا اور فرمایا: افزائش نسل تو نَر ہی میں ہوتی ہے۔‘‘(الکامل لابن عدی: ١٨١/٢)

تبصرہ: اس کی سند سخت ’’ضعیف‘‘ ہے کیونکہ:

① اس میں امام ابن عدی کے شیخ محمد بن الحسن بن حرب کے حالات زندگی

نہیں مل سکے۔

⑨ سلیمان بن عمر الاقطع راوی مجہول الحال ہے۔ سوائے امام ابن حبان رحمہ اللہ کے کسی نے اس کی توثیق نہیں کی۔

⑩ عبداللہ بن نافع المدنی راوی ''ضعیف'' ہے۔(تقریب التهذيب : ٣٦٦١)

⑩ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں : **نهى رسول الله عن إخصاء البهائم ، لا تقطعوا نماء الله .** ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مویشیوں کو خصّی کرنے سے یہ فرماتے ہوئے منع کیا کہ اللہ کی تخلیق کو منقطع نہ کرو۔''

(الكامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی : ١٨١/٢، ترجمة جبارة بن مغلس)

تبصرہ : اس کی سند ''ضعیف'' ہے کیونکہ :

① اس میں موجود راوی حبی بن حاتم الجرجرائی کے حالات نہیں مل سکے۔

② ابومعاویہ الضریر ''مدلس'' راوی ہیں اور عن سے بیان کر رہے ہیں۔

⑪ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے : **إنّ النبيّ صلّى الله عليه وسلّم نهى عن الإخصاء ، وقال : فيه نماء الخلق .**

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خصّی کرنے سے منع کیا اور فرمایا : اس (عضو تناسل) میں تخلیق کی افزائش ہوتی ہے۔''(الكامل لابن عدی : ١٧١/٧، تاريخ ابن عساكر : ٣٧٨/١)

تبصرہ : اس کی سند سخت ''ضعیف'' ہے کیونکہ اس کے راوی یونس بن یونس ابویعقوب الافطس کے بارے میں امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

وكلّ ما روى عمّن روى من الثقات منكر . ''اس نے ثقہ راویوں سے جتنی بھی روایات بیان کی ہیں، وہ سب منکر ہیں۔''

امام ابن حبان رحمہ اللہ ان کی ایک روایت کو بے اصل قرار دے کر لکھتے ہیں :

والأفطس لا يجوز الاحتجاج بما انفرد به . ''افطس جس روایت کو

بیان کرنے میں منفرد ہو، اس سے دلیل لینا جائز نہیں۔'' (المجروحین لابن حبان : ۱۳۷/۳)

البتہ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اسے ''ثقہ'' قرار دیا ہے۔

(تاریخ بغداد للخطیب : ۲۹۸/۱٤، وسندہٗ صحیحٌ)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ اس کی دو روایات ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ان کو بیان کرنے والا ''ثقہ'' نہیں ہو سکتا۔ (میزان الاعتدال للذہبی : ٤٧٦/٤)

اس روایت کو حافظ ابن عدی (الکامل : ۱۷۱/۷) اور امام نسائی (لسان المیزان لابن حجر : ۳۳۱/۳) نے ''منکر'' کہا ہے۔

⑫ سیدنا حارث بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں : **فنهى رسول الله صلّى الله عليه وسلّم عن إخصاء الخيل .** ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں کو خصّی کرنے سے منع فرمایا ہے۔'' (تاریخ ابن عساکر : ۱۳/۳٤)

تبصرہ : اس کی سند ''ضعیف'' ہے۔ اس میں موجود بہت سارے راویوں کے حالات نہیں مل سکے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۷۷۳۔۸۵۲ھ) حافظ علائی رحمہ اللہ (۶۹۴۔۷۶۱ھ) سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

رجال هذا السند لا يعرفون . ''اس سند کے کئی راوی غیر معروف ہیں۔'' (لسان المیزان لابن حجر : ۸۹/۱، ترجمۃ ابراہیم بن غطریف)

⑬ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے :

ذبح النبيّ صلّى الله عليه وسلّم كبشين أقرنين أملحين مُوجَأَيْنِ .

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سینگوں والے، چتکبرے اور خصّی مینڈھے ذبح کیے۔''

(مسند الامام احمد : ۳۷۵/۳، سنن ابی داؤد : ۲۷۹۵، سنن ابن ماجہ : ۳۱۲۱)

تبصرہ : اس کی سند ''ضعیف'' ہے۔ اس میں محمد بن اسحاق راوی ''مدلس'' ہیں اور ''عن'' کے لفظ سے یہ روایت بیان کر رہے ہیں، خصّی کے الفاظ کے ساتھ

کہیں بھی سماع کی تصریح نہیں مل سکی۔

تنبیہ ①: ابراہیم نخعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

نهى عمر عن إخصاء الخيل . ''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے گھوڑوں کو خصّی کرنے سے منع فرمایا۔''(مسند علی بن الجعد : ۲۱۲۹)

اس روایت کی سند بھی ''ضعیف'' ہے کیونکہ:

① اس میں شریک بن عبداللہ القاضی راوی ''مدلس'' ہیں۔

② ابراہیم نخعی کا سیدنا عمر سے سماع ولقاء نہیں، لہذا یہ قول منقطع بھی ہے۔

سنن کبری بیہقی (۲۴/۱۰) کی سند بھی ''ضعیف'' ہے۔ اس میں عاصم بن عبیداللہ راوی جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' ہے۔(مجمع الزوائد للھیثمی : ۱۵۰/۸، النکت علی کتاب ابن الصلاح لابن حجر : ۷۵/۱، عمدۃ القاری للعینی : ۱۳/۱۱)

امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **وروايات عاصم فيها ضعف .**

''عاصم کی روایات میں کمزوری ہے۔''(السنن الکبری للبیہقی : ۲٤/۱۰)

تنبیہ ②: خصّی جانور کی قربانی بالکل درست اور جائز ہے کیونکہ خصّی ہونا ان عیوب میں سے نہیں جو قربانی کے لیے مانع ہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:

أرجو ألّا يكون به بأس . ''امید ہے کہ اس میں کچھ حرج نہیں ہوگا۔''

(مسائل الامام احمد واسحاق : ۲۸٦۳)

تنبیہ ③: مشہور مفسر علامہ قرطبی رحمہ اللہ (٦۰۰-٦۷۱ھ) لکھتے ہیں:

ولم يختلفوا أنّ خصاء بني آدم لا يحلّ ولا يجوز ، لأنّه مثلة وتغيير لخلق الله تعالٰى ، وكذلك قطع سائر أعضائهم في غير حدّ ولا قود .

''مسلمانوں کا اس بات پر اجماع واتفاق ہے کہ انسانوں کو خصّی کرنا حلال اور جائز

نہیں کیونکہ یہ مثلہ اور تخلیق الٰہی میں تبدیلی ہے۔ اسی طرح حدود و قصاص کے علاوہ انسانوں کے باقی اعضاء کو کاٹنا بھی حرام ہے۔''(احکام القرآن للقرطبی : ۳۹۱/۵)

❀❀❀❀❀❀❀

السنة کے ساتھ تعاون کیجیے!

قارئین کرام ! آپ دینی رسائل و جرائد کی اہمیت سے بخوبی واقف ہیں ، احقاقِ حق اور ابطالِ باطل میں ان کا کردار آپ سے مخفی نہیں۔ اسی ضرورت کے پیشِ نظر ماہنامہ **السنة** کا اجراء کیا گیا ہے جو کہ اپنے تین سال مکمل کرنے کو ہے۔

اسے علمائے کرام اور عوام کی طرف سے یکساں پذیرائی ملی ہے۔ یہ معاشرے کی ایک بڑی دینی ضرورت کو پورا کرنے میں مدومعاون ثابت ہو رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ ایک مستند رسالہ ہے جو ہر قسم کی ضعیف روایات و اقوال سے پاک ہوتا ہے۔ اس کی تیاری میں ہمیں ایک جامع لائبریری کی اشد ضرورت ہے۔ ایک ایک حوالے کے لیے بسااوقات دور دراز کا سفر کرنا پڑتا ہے۔

اس کی باقاعدہ اور معیاری طباعت پر خطیر رقم صَرف ہوتی ہے۔ اگر آپ ہمارے منہج سے متفق ہیں اور ہماری کوشش پر مطمئن ہیں تو یہ رسالہ آپ کے تعاون کا یقیناً مستحق ہے۔ یہ آپ کا اپنا رسالہ ہے۔ اس کے ساتھ مالی معاونت جہاد فی سبیل اللہ کے زمرے میں آتی ہے، لہٰذا آپ اپنی زکاۃ اور صدقات و خیرات کی صورت میں اس سے تعاون کریں۔

یقیناً آپ کا اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کیا ہوا مال دنیا و آخرت میں کام آئے گا۔

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری ، مدیر ماہنامہ السنۃ ، جہلم ، پاکستان

ذکر الٰہی میں مشغول رہنے کے لیے تسبیح کا استعمال جائز ہے جیسا کہ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے : **إنّه دخل علی مع رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم علی امرأة وبین یدیها نوی أو حصی ، تسبّح به .**

''وہ رسول اللہ ﷺ کی معیت میں ایک خاتون کے پاس گئے۔ اس کے سامنے گٹھلیاں یا کنکریاں تھیں جن کے ذریعے وہ تسبیح کر رہی تھی۔''

(سنن ابی داوٗد : ۱۵۰۰، سنن الترمذی : ۳۵٦۸، مسند سعد : ۸۸، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن غریب'' اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (۸۳۷) نے ''صحیح'' کہا ہے۔اس کا راوی خزیمہ ''حسن الحدیث'' ہے۔

یہ حدیث آلہ تسبیح کے استعمال کے جواز پر دلیل ہے۔

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (۱۵۸-۲۳۳ھ) بیان فرماتے ہیں: **وکان یحییٰ معه مسباح ، فیدخل یده فی ثیابه ، فیسبّح .** ''ان (امام یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ) کے پاس ایک آلہ تسبیح تھا۔ وہ اپنے کپڑے میں ہاتھ داخل کر کے تسبیح کرتے رہتے۔''(تاریخ یحیی بن معین : ٤/٣١٤)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (٦٦١-٧٢٨ھ) فرماتے ہیں :

وأمّا التسبیح بما یجعل فی نظام من الخرز ونحوه ، فمن الناس من کرهه ومنهم من لم یکرهه ، وإذا أحسنت فیه النیّة فهو حسن غیر مکروه ، وأمّا اتّخاذه من غیر حاجة أو إظهاره للناس مثل تعلیقه فی العنق أو جعله کالسوار

في اليد أو نحو ذلک ، فهذا إمّا رياء للناس أو مظنّة المراء اۃ ومشابهة المرائين من غير حاجة ، الأول محرّم ، والثانی أقلّ أحواله الكراهة .

''موتیوں وغیرہ کی لڑی کے ساتھ تسبیح کرنے کو بعض لوگوں نے مکروہ جانا ہے اور بعض نے اسے مکروہ نہیں سمجھا۔ جب اس فعل میں نیت اچھی ہوتو یہ اچھا ہی ہوگا، مکروہ نہیں ہوگا۔ ہاں اسے بغیر ضرورت کے یا لوگوں کو دکھانے کے لیے اختیار کرنا، مثلاً اسے گردن میں لٹکا لینا یا ہاتھ میں کنگن کی طرح پہن لینا وغیرہ ۔۔۔تو یہ یا تو ریا کاری کے لیے ہوگا یا اس میں ریا کاری کا خدشہ ہوگا اور ریا کاروں سے مشابہت لازم آئے گی۔ پہلی صورت حرام ہے اور دوسری کم از کم مکروہ ضرور ہے۔''(مجموع الفتاوی لابن تیمیة : ۵۰۶/۲۲)

ابن عابدین شامی حنفی (۱۱۹۸۔۱۲۵۲ھ) لکھتے ہیں : لا بأس باتّخاذ السبحة لغير رياء كما بسط في البحر . ''اگر ریاکاری کی نیت نہ ہوتو آلہ تسبیح کے استعمال میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ البحر الرائق میں تفصیلی طور پر موجود ہے۔''

(فتاوی شامی : ۶۵۰/۱)

علامہ عبدالرؤف مناوی رحمہ اللہ (۹۵۲۔۱۰۳۱ھ) لکھتے ہیں :

ولم ينقل عن أحد من السلف ولا الخلف كراهتها ، نعم محلّ ندب اتّخاذها فيمن يعدّها للذكر بالجمعيّة والحضور ومشاركة القلب للسان في الذكر والمبالغة في إخفاء ذلک ، أمّا ما ألفه الغفلة البطلة من إمساک سبحة يغلب على حباتها الزينة وغلوّ الثمن ، ويمسكها من غير حضور في ذلک ولا فكر ويتحدث ويسمع الأخبار ويحكيها وهو يحرّک حباتها بيده مع اشتغال قلبه ولسانه بالأمور الدنيوية ، فهو مذموم مكروه من أقبح القبائح .

''سلف وخلف میں سے کسی سے بھی اس کا مکروہ ہونا منقول نہیں بلکہ جو شخص آلہ تسبیح کو دلجمعی، حضور قلبی، دل کی زبان کے ساتھ ذکر میں شمولیت اور ذکر کو بہت زیادہ مخفی رکھنے کے

ساتھ استعمال کرتا ہے، اس کے لیے یہ مستحب بھی ہے۔ رہے وہ لوگ جو آلہ تسبیح کو استعمال کرنے میں سخت غفلت کا شکار ہیں، ان کے آلہ تسبیح کے دانوں پر زیب و زینت اور مہنگی قیمت کا رنگ غالب ہے اور وہ اسے بغیر حضور قلبی و ذہنی کے اس طرح استعمال کرتے ہیں کہ باتیں کرتے، خبریں سنتے اور آگے بیان کرتے وقت بھی اپنے ہاتھ کے ساتھ اس کے دانوں کو حرکت دیتے رہتے ہیں، ان کے دل اور زبانیں دنیاوی امور میں مشغول ہوتی ہیں، تو ان لوگوں کا یہ فعل قابل مذمت، اور قبیح ترین مکروہات میں سے ہے۔''

(فیض القدیر للمناوی: ۳۵۵/٤)

عالَمِ عرب کے مشہور عالمِ دین، علامہ، فقیہ، فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ آلہ تسبیح کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

السبحة يريد بها السائل الخرز التى تنظّم فى سلک بعدد معيّن يحسب به الإنسان ما يقوله من ذكر وتسبيح واستغفار وغير ذلک ، وهذه جائزة لا بأس بها لكن بشروط : أوّلاً : ألّا تحمل الفاعل على الرياء أى على مراء اة الناس كما يفعله بعض الناس الذين يجعلون لهم مسابح تبلغ ألف خرزة ، ثمّ يضعونها قلادة فى أعناقهم كأنّما يقولوا للناس : انظروا إلينا نسبّح بمقدار هذة السبحة ، أو ما أشبه ذلک ، الشرط الثانى : ألّا يتّخذها على وجه مماثل لأهل البدع الذين ابتدعوا فى دين الله مالم يشرعه من الأذكار القوليّة ، أو الاهتزازات الفعليّة لأنّ ((من تشبّه بقوم فهو منهم)) ، ومع ذلک فإنّنا نقول : إنّ التسبيح بالأصابع أفضل لأنّ النبىّ صلّى الله عليه وسلّم أرشد إلى ذلک ، فقال : ((اعقدنّ بالأنامل ، فإنّهن مستنطقات)) ، أى سوف يشهدن يوم القيامة بما حصل ، فالأفضل للإنسان أن يسبّح بالأصابع لوجوه ثلاث : الأوّل أنّ هذا هو الذى أرشد إليه النبىّ صلّى الله عليه وسلّم ، الثانى أنّه أقرب إلى حضور

القلب لأنّ الإنسان لابدّ أن يستحضر العدد الذى يعقده بأصابعه بخلاف من كان يسبّح بالسبحة ، فإنّه قد يمرّر يده على هذه الخرزات وقلبه ساه غافل ، الثالث أنّه أبعد عن الرياء كما أشرنا إليه آنفا .

''سائل کی مراد اگر وہ موتی ہیں جو ایک لڑی میں معین مقدار میں پروئے جاتے ہیں اور اس لڑی کے ذریعے انسان اپنے ذکر، تسبیح ، استغفار وغیرہ کو شمار کرتا رہتا ہے تو یہ جائز ہے لیکن درج ذیل شرطوں کے ساتھ : پہلی شرط تو یہ ہے کہ آلہ تسبیح اپنے استعمال کرنے والے کو ریا کاری پر آمادہ نہ کرے جیسا کہ بعض ان لوگوں کا طریقہ ہے جو ہزار ہزار موتیوں والی لڑیاں لے کر ان کو اپنی گردنوں میں ڈال لیتے ہیں ، گویا کہ وہ لوگوں کو یہ کہہ رہے ہوتے ہیں کہ ہماری طرف دیکھو، ہم اتنی مقدار میں تسبیح کرتے ہیں۔۔۔دوسری شرط یہ ہے کہ آلہ تسبیح استعمال کرنے والا اسے ان اہل بدعت کی مشابہت میں استعمال نہ کرے جنہوں نے اللہ کے دین میں وہ قولی اذکار یا جھومنے والے افعال ایجاد کر لیے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مشروع نہیں کیے کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے : ((**من تشبّه بقوم فهو منهم**)) کہ جس نے کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کی ، وہ انہی میں سے ہے۔ (سنن ابی داؤد: ۴۰۳۱،وسندہٗ حسنٌ)

اس کے ساتھ ساتھ ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ انگلیوں کے ساتھ تسبیح کرنا افضل ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے اسی کی طرف رہنمائی فرمائی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ((**اعقدنّ بالأنامل ، فإنّهنّ مستنطقات**)) کہ تم اپنی انگلیوں کے ساتھ تسبیح شمار کیا کرو کیونکہ یہ انگلیاں بلوائی جائیں گی (سنن ابی داوٗد : ۱۵۰۱، وسندہٗ حسنٌ)، یعنی روزِ قیامت یہ ان اذکار کی گواہی دیں گی جو ان کے ذریعے شمار کیے گئے ہوں گے۔ چنانچہ انگلیوں کے ساتھ تسبیح کرنا تین وجوہ سے افضل ہوا : ایک تو اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ نے اس طرف رہنمائی فرمائی ہے، دوسرے اس لیے کہ یہ حضورِ قلب کے لیے زیادہ موزوں ہے کیونکہ جس چیز کو انسان اپنی انگلیوں کے ساتھ شمار کرتا ہے ، اس پر اس کا استحضار رہتا ہے جبکہ آلہ تسبیح کے ساتھ اذکار

کرنے والا بسا اوقات موتیوں پر اپنے ہاتھ پھیرتا رہتا ہے لیکن اس کا دل غافل ہوتا ہے۔
تیسرے اس لیے کہ اس میں ریاکاری کا خدشہ نہیں جیسا کہ ہم نے ذکر کر دیا ہے۔''

(فتاوی نور علی الدرب لابن العثیمین ، الاذکار، نقلا عن المکتبة الشاملة)

الحاصل : آلہ تسبیح پر ذکر کرنا جائز ہے۔ اس کے خلاف نبی اکرم ﷺ اور صحابہ و تابعین سے کچھ بھی ثابت نہیں۔ ہاں اس سلسلے میں علمائے کرام کی قرآن وسنت کی روشنی میں بیان کی گئی شرائط کی پابندی لازم ہے۔

****

اللہ تیرا شکر ہے!

شیخ الاسلام ثانی، عالم ربانی، علامہ ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ (۶۹۱۔۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

''اصل شکر عاجزی، انکساری اور محبت کے ساتھ منعم کی نعمت کے اعتراف کا نام ہے۔
جس نے نعمت کو پہچانا ہی نہیں اور اس سے ناواقف ہی رہا، اس نے اس کا شکر ادا نہیں کیا۔
اور جس نے نعمت دینے والے کو نہیں پہچانا، اس نے بھی شکر ادا نہیں کیا۔ جس نے نعمت اور نعمت دینے والے دونوں کو پہچان لیا، لیکن نعمت کے انکاری کی طرح انکار کر دیا، اس نے نعمت کی ناشکری کی اور جس نے نعمت اور نعمت دینے والے دونوں کو پہچانا، نعمت کا اقرار کیا، انکار نہیں کیا، لیکن نہ عاجز بنا نہ اس سے راضی نہیں ہوا، اس نے بھی شکر ادا نہیں کیا۔ اور جس نے نعمت و منعم دونوں کو پہچانا، اقرار کیا، منعم کے لیے عاجزی اختیار کی، نعمت کو پسند کیا، اس پر راضی ہو گیا اور نعمت کو منعم کی رضا و اطاعت میں استعمال کیا، وہ اس کا شکر ادا کر پایا ہے۔ شکر کے لیے دل کو علم ہونا ضروری ہے۔ علم کے پیچھے عمل آتا ہے اور عمل منعم کی طرف جھکنے، اسی سے محبت کرنے اور اسی کے سامنے عاجزی کرنے کا نام ہے۔''

(طریق الهجرتین لابن القیم : ص ۹۲)

قارئین کرام ! عزیز اللہ بوہیو نامی ایک صاحب نے ملک کی اعلیٰ عدالتوں اور حکمرانوں کو انکارِ حدیث پر اُکسانے کے لیے ایک خط لکھا تھا۔ اس خط میں حدیثِ رسول کو اسلام، پیغمبر اسلام اور صحابہ کرام کا گستاخ باور کرانے کے لیے دس اعتراضات کیے گئے تھے۔ دو اعتراضات کے جوابات گزشتہ قسط میں دیے جا چکے ہیں۔ باقی اعتراضات اور ان کے جوابات ملاحظہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ حق کو سمجھنے اور اسے قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے !

اعتراض نمبر ۳ :

۳ قرآن سے کچھ آیات گم ہو جانے کی حدیث

اس موجود قرآن میں سے رجم کی سزا، یعنی **زانی مرد اور زانیہ عورت کو سنگسار کر کے موت دینے والی آیت بھی گم ہو چکی ہے** اور باپ دادوں سے رغبت نہ کرنا، یہ کفر ہے۔ یہ **آیت بھی نازل ہوئی تھی جو اب گم ہو گئی ہے**۔ (کتاب بخاری، کتاب المحاربین، باب رجم الحبلی من الزنا اذا احصنت، حدیث نمبر ۱۷۳۰، حوالہ دوم : باب الرجم، کتاب ابن ماجہ، صفحہ ۱۸۳، مطبع قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی) **دوسری حدیث** : عن عائشة قالت: لقد نزلت آية الرجم ورضاعة الكبير عشرا، ولقد كان فى صحيفة تحت سريرى، فلمّا مات رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم وتشاغلنا بموته دخل داجن فأكلها **یعنی عائشہ سے روایت ہے کہ آیت رجم اور بڑی عمر والے کو دودھ پلانے کی آیت نازل ہوئی تھی جو میرے صحیفہ قرآن میں لکھی ہوئی تھی جو میرے سرہانے کے نیچے رہتا تھا، پھر جب رسول اللہ کی وفات ہوئی، ہم اس میں مشغول ہو گئے تو گھریلو بکری داخل ہو کر وہ قرآن کھا گئی**۔ (کتاب ابن ماجہ، باب رضاع الکبیر، صفحہ ۱۳۹، مطبع قدیمی کتب خانہ، مقابل آرام باغ کراچی)

جواب : صحیح بخاری اور دیگر کتب حدیث کی محولہ بالا حدیث میں قرآنی آیات کی گم شدگی والی کوئی بات نہیں۔صحیح بخاری کی جس حدیث کا حوالہ بوہیو صاحب نے دیا ہے،اس کا اصل متن مع ترجمہ پیش خدمت ہے،سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں :

إنّ اللّٰه بعث محمّدا صلّی اللّٰه علیه وسلّم بالحقّ وأنزل علیه الکتاب، فکان ممّا أنزل اللّٰه آیة الرجم، فقرأناها وعقلناها ووعیناها، رجم رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم ورجمنا بعده، فأخشی إن طال بالناس زمان أن یقول قائل : واللّٰه ما نجد آیة الرجم فی کتاب اللّٰه، فیضلّوا بترك فریضة أنزلها اللّٰه، والرجم فی کتاب اللّٰه حقّ علی من زنی إذا أحصن من الرجال والنساء، إذا قامت البیّنة أو کان الحبل أو الاعتراف، ثمّ إنّا کنّا نقرأ فیما نقرأ من کتاب اللّٰه أن لّا ترغبوا عن آبائکم، فإنّه کفر بکم أن ترغبوا عن آبائکم، أو إنّ کفرا بکم أن ترغبوا عن آبائکم ---

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو حق دے کر مبعوث فرمایا اور ان پر کتاب نازل فرمائی۔اللہ تعالیٰ نے جو وحی آپ پر نازل کی تھی،اس میں رجم والی آیت بھی تھی۔ہم نے اسے پڑھا اور یاد کیا۔اللہ کے رسول ﷺ نے (شادی شدہ زانیوں کو)رجم کیا اور آپ کے بعد ہم نے بھی ایسا کیا۔مجھے خدشہ ہے کہ ایک زمانہ گزرنے کے بعد کوئی یہ نہ کہہ دے کہ اللہ کی قسم ! ہمیں کتاب اللہ میں رجم والی آیت نہیں ملی اور یوں وہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ ایک فریضے کو چھوڑ کر گمراہ ہو جائیں۔کتاب اللہ میں شادی شدہ زانی مرد وعورت کو رجم کرنے کا حکم ثابت ہے،جب کوئی دلیل قائم ہو جائے یا (کنواری عورت) حاملہ ہو جائے یا زانی خود اعتراف کر لے۔پھر ہم کتاب اللہ کے جس حصے کی قراءت کیا کرتے تھے،اس میں یہ قراءت بھی کرتے تھے کہ تم اپنے آباء سے اعراض نہ کرو کیونکہ اپنے آباء سے اعراض کفریہ کام ہے---“

(صحیح بخاری : ٦٨٣٠، طبع دار السلام بالریاض)

اس حدیث میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ یہ بتا رہے ہیں کہ پہلے ہم رجم اور آباء سے اعراض والی آیات کی بھی قراءت کیا کرتے تھے لیکن بعد میں ان کی قراءت منسوخ ہو گئی۔ اب ان کا حکم تو باقی ہے لیکن ان کی تلاوت نہیں کی جاتی۔ نسخ کی بحث میں علمائے کرام نے بالتفصیل یہ بات بیان کی ہے کہ قرآنِ کریم کی بعض آیات کی قراءت منسوخ کر دی گئی تھی اور ان کا حکم باقی رکھا گیا تھا۔ انہی میں سے رجم اور آباء سے اعراض والی آیات ہیں۔ یہی بات سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اس بیان سے ثابت ہو رہی ہے کہ ان کی قراءت تو اب نہیں کی جاتی لیکن یہ باتیں اس کے باوجود حق اور ثابت ہیں۔ تلاوت و قراءت نہ کرنے کے باوجود صحابہ کرام رجم پر عمل کرتے رہے تھے۔ کہاں قراءت کا منسوخ ہونا اور اس کا حکم باقی رہنا اور کہاں قرآنی آیات کی گمشدگی کا الزام دے کر حدیثِ نبوی کے خلاف واویلا کرنا!

اب بوہیو صاحب سے سوال ہے کہ اس حدیث کے متن کے کس لفظ کا ترجمہ گم ہونا ہے؟ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ صحیح بخاری کی اسی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ممّا نسخت تلاوته . ''یہ آیات ان آیات میں سے تھیں جن کی تلاوت منسوخ کر دی گئی تھی۔'' (فتح الباری لابن حجر : ۱۲/۱۴۹، طبع دار المعرفة ، بیروت)

رہی بات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے صحیفے کو بکری کے کھا لینے کی تو اس سے آیاتِ قرآنیہ کے گم ہونے کا استدلال کرنا کہاں کا انصاف ہے؟ کیا قرآن نازل ہونے کے بعد سیدھا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے صحیفے میں آ کر بند ہو گیا تھا؟ بوہیو صاحب اللہ کے لیے سوچیں کہ قرآنِ کریم نزول کے بعد سب سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے میں محفوظ ہوا، پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اسے سن کر اپنے سینوں میں محفوظ کیا، پھر بہت سے کاتبین وحی نے اسے تحریری طور پر منضبط کیا۔ قرآنِ کریم کی حفاظت کے اس اسلوب سے کسی سنّی مسلمان کو ذرا برابر بھی اختلاف نہیں۔ یہ تو رافضیوں کا چلایا ہوا چکر ہے جس میں بوہیو صاحب پھنس گئے ہیں، ورنہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے صحیفے کے گم ہو جانے سے قرآنِ کریم کا گم ہو جانا کیسے کشید کیا جا سکتا ہے؟

اعتراض نمبر ④ :

④ جناب رسول ﷺ کے پیچھے نماز پڑھنے والے اصحاب کی کردارکشی کی حدیث

ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک بہت ہی خوبصورت عورت رسول کے پیچھے (عورتوں کی صفوں میں) نماز پڑھا کرتی تھی تو بعض لوگ جان بوجھ کر پچھلی صف میں ہٹ کر نماز میں شریک ہوتے تھے، **رکوع کے دوران بغلوں سے اس عورت کو جھانک کر دیکھتے تھے**۔(جامع ترمذی، جلد دوم، ابواب التفسیر، سورۃ الحجر کی پہلی حدیث)

جواب : ① محدثین کرام نے جہاں احادیث روایت کی ہیں، وہاں ان کی صحت وضعف کو پرکھنے کے ایسے پیمانے بھی مقرر کیے ہیں جن پر وہی روایات پوری اترتی ہیں جو فی الواقع صحیح ہوں۔محدثین کرام نے اس حوالے سے نہایت باریک بینی سے کام لیا ہے۔مسلمان تو ہر دور میں محدثین کرام کے اس کارنامے کے معترف رہے ہی ہیں، غیر مسلم بھی اہل اسلام کے اس فن کو داد دیے بغیر نہیں رہ سکے۔

صرف سچے، دیانتدار اور بیدار مغز لوگوں کی بیان کی ہوئی روایات اصولِ محدثین کے مطابق صحیح قرار پاتی ہیں اور انہی پر مسلمان اپنے دین کی بنیاد رکھتے ہیں۔جس روایت کی سند میں کوئی راوی مذکورہ صفات میں سے کسی ایک سے بھی عاری ہو یا سلسلہ سند میں انقطاع آجائے تو اس کو قبول نہیں کیا جاتا۔محدثین کرام ہر ہر حدیث کی سند بیان کر کے برئ الذمہ ہو چکے ہیں۔جب انہوں نے ہمیں یہ بتا دیا ہے کہ ہمیں یہ روایت فلاں فلاں شخص کے ذریعے موصول ہوئی ہے اور پھر ان تمام لوگوں کے حالات بھی قلمبند کر دیے ہیں تو اب ہمارا فرض ہے کہ روایتِ حدیث کے قابل لوگوں کی صرف وہ روایات قبول کریں جن کی سند رسول اللہ ﷺ تک متصل ہو۔تو آیئے اس حدیث کو اصولِ محدثین کے مطابق پرکھتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ کیا واقعی صحابہ کرام سے یہ عمل سرزد ہوا ہے؟

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس کی جو سند ذکر کی ہے، اس میں ایک راوی عمرو بن مالک نکری

ہے۔ اس نے اپنے استاذ ابوالجوزاء سے کئی غلط روایات بیان کی ہیں، اس بارے میں امام ابن عدی رحمہ اللہ (۲۷۷۔۳۶۵ھ) کا بیان ملاحظہ فرمائیں، وہ لکھتے ہیں:

يحدّث عنه عمرو بن مالك النكری ... قدر عشرة أحاديث غير محفوظة . ''اس (ابوالجوزاء) سے عمرو بن مالک نکری نے ۔۔۔ دس کے لگ بھگ غیر محفوظ روایات بیان کی ہیں۔''

(الكامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی : ۱۰۸/۲، طبع دار الكتب العلمية، بيروت)

جب تک ان دس غیر محفوظ احادیث کی نشاندہی نہیں ہو جاتی، تب تک عمرو بن مالک کی ابوالجوزاء سے بیان کی ہوئی تمام روایات ناقابل قبول ہوں گی۔

جس طرح قرآنِ کریم کے حوالے سے بعض شاذ قراءات موجود ہیں اور مستشرقین ان پر اعتراضات کرتے ہیں، لیکن مسلمانوں کے ہاں وہ اعتراضات کوئی حیثیت نہیں رکھتے، اسی طرح احادیث میں بھی کمزور روایات موجود ہیں جن کو بنیاد بنا کر حدیث یا محدثین کرام پر کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکتا کیونکہ مسلمان اپنے دین کی بنیاد کمزور روایات پر نہیں بلکہ اصولِ محدثین کے مطابق صحیح قرار پانے والی احادیث پر رکھتے ہیں۔

④ یاد رہے کہ یہ روایت تو ثابت نہیں ہو سکی، البتہ اس جیسے واقعے سے صحابہ کرام کی کردارکشی نہیں ہوتی۔ انسان ہونے کے ناطے صحابہ کرام سے اس طرح کی کوئی لغزش ہو جانا کوئی بعید بات نہیں۔ کیا صحابہ کرام سے زنا جیسے گناہ سرزد نہیں ہوئے تھے؟ قرآنِ کریم میں زنا، چوری، شراب نوشی اور قتل وغیرہ کے جو احکام نازل ہوئے، ان کا سب سے پہلے نفاذ خود رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام پر ہی کیا تھا۔ کیا قرآنِ کریم نے صحابہ کرام کی کردارکشی کی ہے؟ بوہیو صاحب کا جواب یقیناً نفی میں ہو گا۔ عورتوں کو چھپ کر دیکھنا تو زنا کرنے سے یقینی طور پر چھوٹا گناہ ہے۔ اس سے کردارکشی کیسے ہو گئی؟

خود قرآنِ کریم نے بیان کر دیا ہے کہ جو شخص صدقِ دل سے توبہ کر لیتا ہے، اللہ تعالیٰ

اس کے تمام کبیرہ گناہ پل بھر میں معاف فرما دیتا ہے۔مسلمانوں کا ایمان و اعتقاد ہے کہ اگرچہ صحابہ کرام سے بھی کبیرہ گناہ سرزد ہوئے تھے لیکن ان کی نیکیاں ان کی برائیوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ تھیں ، نیز ان سے جب گناہ ہوتا تھا ، وہ ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپنے اور اللہ سے معافی مانگنے لگتے تھے ۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سب کو معاف فرما دیا ہے اور ان کو رضی اللّٰہ عنهم ورضوا عنه کا پروانہ جاری فرما دیا ہے۔

اعتراض نمبر ⑤ :

⑤ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد پر جانے والے اصحاب پر طنز اور تبرا والی حدیث

عن جابر قال : نهى رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم أن يطرق الرجل أهله ليلا، يتخونهم، أو يلتمس عثراتهم یعنی منع کیا ہے رسول نے رات کو دیر سے گھر والوں کے پاس آنے سے (اس وجہ سے کہ) **کوئی ان کے ساتھ خیانت نہ کرتا ہو یا ان کی پردہ والیوں کی جستجو میں نہ ہو۔** (کتاب صحیح مسلم، جلد ثانی، کتاب الجہاد والسیر ، باب کراہیۃ الطروق ، مطبع قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی) اس قسم کی حدیث پر بھی پڑھنے والے خود سوچیں ، میں اپنی طرف سے کوئی تبصرہ نہیں کر رہا۔

جواب : جناب بوہیو صاحب ! اللہ کے لیے حدیثِ رسول کی دشمنی میں انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں یا اگر آپ دانستہ ایسا نہیں کر رہے تو منکرین حدیث کے پروپیگنڈے سے متاثر ہونے سے پہلے کسی صاحبِ علم یا ہم جیسے کسی طالبِ علم سے رجوع ہی کر لیں۔ آپ نے جو ترجمہ کیا ہے ، اسے نہ لغتِ عرب قبول کرتی ہے نہ عقل سلیم۔ یہ ترجمہ اس بات کی دلیل کے طور پر کافی ہے کہ منکرین حدیث انکار حدیث کے لیے ہمیشہ بددیانتی سے کام لیتے ہیں۔ وہ اس سلسلے میں دغابازی ، فریب سازی اور کذب بیانی سے ذرا بھر دریغ نہیں کرتے۔ محوّلہ بالا حدیث کا اصل متن اور لغت عرب کے مطابق صحیح ترجمہ ملاحظہ فرمائیں :

عَنْ جَابِرٍ، قَالَ : نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَطْرُقَ الرَّجُلُ أَهْلَهُ لَيْلًا يَتَخَوَّنُهُمْ أَوْ يَلْتَمِسُ عَثَرَاتِهِمْ ''سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ کوئی آدمی اپنے گھر والوں کے پاس رات کے وقت اس حال میں آئے کہ وہ ان کو خائن سمجھتا ہو یا ان کی لغزشوں کی تلاش کرنے کی کوشش میں ہو۔''(صحیح مسلم، رقم الحدیث : ۷۱۵، طبع دار السلام، بالریاض)

جنابِ گرامی قدر! اس حدیث میں تو صحابہ کرام کو سوءِ ظن سے اجتناب کا حکم دیا جا رہا ہے اور یہ تعلیم دی جا رہی ہے کہ اگر رات کے وقت گھر میں داخل ہونے کا محرّک اپنے گھر والوں کے بارے میں کسی خیانت کا گمان اور ان کی کسی لغزش کی تلاش ہے تو ایسا کرنے کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔ کیا صحابہ کرام کو سوءِ ظن سے روکنا ان پر طنز وتبرا ہے؟

اس کا ترجمہ یہ کرنا کہ ''کوئی ان کے ساتھ خیانت نہ کرتا ہو یا ان کی پردہ والیوں کی جستجو میں نہ ہو۔'' انتہائی مجرمانہ حرکت ہے۔ عربی گرائمر کے لحاظ سے لفظِ یتخوّنھم ، لفظِ الرجل سے حال بن رہا ہے، یعنی آدمی اپنے گھر میں اس طرح نہ آئے کہ وہ خود اپنے گھر والوں کی دیانت و امانت کے بارے میں سوءِ ظن کا شکار ہو یا ان کی کسی لغزش کا متلاشی ہو۔ اس کے ترجمے میں لفظِ ''کوئی'' اپنی طرف گھسیڑ دینا انتہائی تعصب اور ردّی ذہنیت یا عربی زبان سے مطلق جہالت کی علامت ہے۔ کوئی منکر حدیث بتائے کہ یتخوّن فعل کا فاعل کون ہے؟ اصول کے مطابق اس کا فاعل اس میں موجود هُوَ ضمیر ہے جو الرجل ہی کی طرف راجع ہے۔ جب صورتِ حال یہ ہے تو ''کوئی'' کو اس کا فاعل کیسے بنا دیا گیا ہے؟

پھر ستم بالائے ستم یہ کہ یتخوّنھم کا معنیٰ خیانت کرنا کر دیا گیا ہے، حالانکہ یہ عربی کے علمِ صرف کے مطابق خَوْن (بمعنی خیانت) مادہ سے بابِ تفعُّل ہے اور لغاتِ عرب میں بڑی وضاحت کے ساتھ یہ صراحت موجود ہے کہ جب اس مادے سے بابِ تفعّل کا فاعل بھی آدمی ہو اور مفعول بہ بھی آدمی تو اس وقت معنیٰ اسے خائن سمجھنا یا اس پر خیانت کی تہمت لگانا ہوتا

ہے۔لغتِ عرب کی معروف ومستند کتاب المعجم الوسیط میں مرقوم ہے:

تخوّن ـــــ فلانا : اتّهمه بالخيانة، وتلمّس خيانته وعثرته .

''یعنی کسی پر خیانت کی تہمت لگانا اور اس کی خیانت ولغزش کی تلاش میں رہنا۔''

(المعجم الوسيط : باب الخاء ، ٢٦٣/١، طبع دار الدعوة)

ایک اور گھپلا لفظِ عثراتهم کا معنیٰ ''ان کی پردہ والیوں'' کرنے کی صورت میں کیا گیا ہے حالانکہ عثرات جمع ہے عثرة کی جس کا معنیٰ کوتاہی ،لغزش اور ٹھوکر ہوتا ہے۔عربی کے ایک مشہور شاعر ابوالعلاء المعری کی طرف یہ شعر منسوب ہے:

فمنْ عثراتِ المرءِ ، فی الرأی، أنّهُ　　إذا ما جری ذکرُ الخِضابِ تشوّرا

''آدمی کی سوچ وفکر کی ایک کوتاہی یہ ہے کہ جب خضاب کا ذکر آتا ہے تو وہ شرمندہ ہو جاتا ہے۔''(ديوان ابی العلاء المعرّی، قصيدة : إذا طلب الشيب الملمّ فحيّه)

ایک اور عربی شعر یوں ہے:

فلا يفرح الباغی عليكم بسعيه　　فما كل عثراتِ السُّعاةِ تقالُ

''تمارے خلاف بغاوت کرنے والا اپنی کوشش کے برتے پر خوش نہ ہو کیونکہ کوشش کرنے والوں کی ہر لغزش معاف نہیں کی جاتی۔''

(ديوان ابی المهيار الديلمی، قصيدة : لها كل يوم نشطة وعقال)

ایک مشہور عربی مقولہ بھی ہے عثرة اللسان أشدّ من عثرة الرجل کہ زبان کی ٹھوکر پاؤں کی ٹھوکر سے سخت ہوتی ہے۔کیا یہاں کوئی یہ ترجمہ کرسکتا ہے کہ'' زبان کی پردہ والی پاؤں کی پردہ والی سے سخت ہوتی ہے''؟

پھر اگر اس حدیث پر اعتراض کرنے سے پہلے عقل سے تھوڑی سی اپیل کر لی جاتی تو بھی شاید معاملہ حل ہو جاتا۔ وہ اس طرح کہ بوہیو صاحب کے مطابق ترجمہ یہ ہے کہ''کوئی ان کے ساتھ خیانت نہ کرتا ہو'' لفظِ ''اُن'' سے پتا چلتا ہے کہ خیانت گھر والوں کے ساتھ

ہو رہی ہے نہ کہ ''آدمی'' کے ساتھ ، حالانکہ اگر کسی شخص کی غیر موجودگی کوئی غیر اس کی بیوی سے تعلقات بنا لیتا ہے تو اس کی خیانت غیر حاضر شخص سے ہوتی ہے نہ کہ اس کی ایسی بیوی سے جو خود اس سے تعلقات استوار کر رہی ہے۔ یہ بات عقلی طور پر بھی انتہائی بے تکی ہے۔

ہے کوئی منکر حدیث جو قیامت تک بوہیو صاحب کے کیے ہوئے اس ترجمے کو لغتِ عرب کے مطابق درست ثابت کر دے؟

اعتراض نمبر ⑥ :

⑥ حدیث میں زمانہ رسول کے اصحاب کو نسل پر گالی

یہ حدیث کتاب بخاری کے کتاب النکاح کی ہے۔ حدیث کا نمبر ۱۱۴ ہے ۔ **اس میں نکاح کی چار اقسام گنوائی گئی ہیں جن میں سے تین اقسام کی عورتیں اپنی شوہر کے علاوہ دوسرے مردوں سے بذریعہ زنا بیج لیتی ہیں۔** امام بخاری نے حدیث میں نکاح کی پہلی قسم میں صرف یہ لکھا ہے کہ نکاح ہوتا کس طرح سے تھا، حدیث میں کریکٹر پر کچھ نوٹ نہیں۔

یہ حدیث انہوں نے بی بی عائشہ کے نام سے روایت کی ہے کہ جناب رسول کو نبوت ملنے سے پہلے زمانہ جاہلیت میں نکاح چار اقسام کا ہوتا تھا۔ غور کیا جائے کہ ان حدیث سازوں کی روایت کے مطابق **جو عائشہ پیدا ہی نبوت ملنے کے بعد ہوئی ہے، حدیث میں وہ زمانہ قبل نبوت کا عرب کلچر پیش کر رہی ہے۔** اصل میں یہ ایک فن ہے علم حدیث میں تبرا کرنے کا اصحاب رسول پر۔

جواب : اس حدیث میں نہ جانے کون سی بات بوہیو صاحب کو قابل اعتراض معلوم ہوئی ہے کیونکہ زمانہ جہالت میں نکاح کی غلط صورتوں کا رائج ہونا نہ خلافِ حقیقت ہے نہ خلافِ عقل۔ رہی بات صحابہ کرام کے نسب پر طعن ہونے کی تو عرض ہے کہ اس حدیث میں کسی صحابی کے بارے میں یہ نہیں کہا گیا کہ اس کے والدین نے نکاح کی غلط صورت کو اپنایا تھا بلکہ نکاح کی صحیح صورت کا بھی با قاعدہ اثبات کیا گیا ہے۔ خود بوہیو صاحب کو

اعتراف ہے کہ حدیث میں کریکٹر پر کچھ نوٹ نہیں۔ پھر صحابہ کرام کے نسب پر تبرّا کیسے ہو گیا؟

رہا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد پیدا ہونا اور زمانۂ قبل نبوت کا کلچر پیش کرنا تو اس میں کون سی حرج والی بات ہے؟ یہ بات تو طے ہے کہ کوئی صحابی اگر کوئی ایسا واقعہ بیان کرے گا جس کا وہ خود چشم دید گواہ نہیں ہے تو ضرور وہ کسی دوسرے صحابی ہی سے سن کر اسے بیان کر رہا ہو گا۔ جب تمام صحابہ کرام مسلمانوں کے نزدیک سچے اور کھرے مسلمان تھے تو اس طرح کی روایات پر شک و شبہ کا اظہار بجائے خود صحابہ کرام پر تبرّا کرنے کے مترادف ہے۔

اعتراض نمبر ⑦ :

⑦ حکم قرآن کے خلاف جناب رسول پر الزام، یعنی معصوم نابالغ بچی سے نکاح کرنے کی حدیث

عن عائشة أنّ النبی تزوّجها وهی بنت ستّ سنین، وبنی بها وهی بنت تسع سنین یعنی عائشہ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ نے اس کے ساتھ نکاح کیا تو وہ اس وقت چھ سال کی تھی اور جب بناء کیا تو وہ نو سال کی تھی۔ قرآن حکیم میں یتیم بچہ کے بالغ ہونے کی عمر نکاح کی عمر کے حوالہ سے بتائی گئی ہے۔ اس میں ایک ذکر ہے ذہنی رشد کا (۶۔۴)، دوسرا ذکر ہے جسمانی بلوغت کا اشد کے لفظ کے ساتھ (۶۔۱۵۲) جبکہ قرآن حکیم نے انسانی زندگی کے تین مرحلوں کا ذکر کیا ہے: ایک طفل، دوسرا اشد، تیسرا شیوخا (۶۷۔۴۰) اس حساب سے حدیث میں چھ اور نو سال میں شادی کی بات خلاف قرآن ہوئی کیونکہ یہ طفولیت والی عمر ہے۔ یہ حدیث جناب رسول پر قرآن کی حکم عدولی کا الزام ہے۔

جواب : قرآن کے خلاف یا مطابق ہونے کی کسوٹی ہر کس و ناکس کی عقل نہیں ہو سکتی۔ کتنی ہی سقیم عقول ایسی ہیں جن کو قرآنِ کریم کی بہت سی آیات، دوسری قرآنی آیات کے خلاف معلوم ہوتی ہیں، کیا اس وجہ سے قرآنِ کریم پر بھی اعتراض شروع کر دیا

جائے گا ؟

چھ یا نو سال کی عمر میں نکاح کرنا بالکل خلافِ قرآن نہیں ہے بلکہ مطابق وموافق قرآن ہے اور اس کو طعن وتشنیع کا نشانہ بنانا قرآنِ کریم کے خلاف بغاوت ہے۔مختلف عورتوں کی عدّت بیان کرتے ہوئے فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَّاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ﴾

''تمہاری جو عورتیں حیض سے مایوس ہو جائیں ،اگر تمہیں شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور جن عورتوں کو حیض نہیں آیا، نیز جو عورتیں حاملہ ہیں ،ان کی عدت وضع حمل ہے۔''

اس آیتِ کریمہ میں تین قسم کی عورتوں کی عدت بیان ہوئی ہے: ایک وہ جن کے عمر رسیدہ ہونے کی بنا پر ان کا حیض ختم ہو گیا ہو، دوسری وہ جن کو ابھی حیض آیا ہی نہ ہو اور تیسری وہ جو حاملہ ہوں۔خود قرآنِ کریم کے مطابق اس عورت کی عدت ثابت ہے جسے ابھی حیض نہ آیا ہو اور عورت عدت اسی وقت گزارتی ہے جب پہلے اس کا نکاح ہوا ہو، پھر اسے طلاق ہو جائے یا اس کا خاوند فوت ہو جائے۔معلوم ہوا کہ قرآنِ کریم کے مطابق بھی اس عورت کا نکاح ہوسکتا ہے جو ابھی جوانی کی عمر کو نہ پہنچی ہو۔اب بوہیو صاحب کو چاہیے کہ وہ قرآنِ کریم کے خلاف کوئی مقدمہ تیار کریں۔ نعوذ باللّٰہ من هذه الهفوات !

جس طرح بوہیو صاحب کو حدیثِ رسول میں غیر بالغہ عورت کے نکاح کی بات ہضم نہیں ہوئی ، اسی طرح قرآنِ کریم میں غیر بالغہ عورت کے نکاح کا ثبوت غیر مسلموں کو نہیں بھاتا۔ انہوں نے قرآنِ کریم کی مذکورہ بالا آیتِ مبارکہ کو پیش کر کے اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف ایک نہایت غلیظ کارٹونک فلم تیار کی ہے جس کا یوٹیوب پر موجود لنک ہم یہاں پیش نہیں کر سکتے کیونکہ کوئی مسلمان اسے برداشت نہیں کر سکتا۔اگر بوہیو صاحب کو اس میں کچھ شبہ ہو تو وہ ہم سے ٹیلی فونک رابطے کے ذریعے وہ لنک حاصل کر کے اپنی تسلی کر سکتے ہیں۔

مقصد یہ ہے کہ جو اعتراض حدیثِ رسول پر کیا جائے گا ، بعینہٖ وہی قرآنِ کریم پر آئے گا، لہٰذا قرآنِ کریم کی گستاخی سے بچنے کے لیے حدیثِ رسول کا ادب واحترام لازم ہے۔

یہ تو بات تھی صرف نکاح کی کہ وہ عمر کے کسی بھی حصے میں ہوسکتا ہے اوراس میں کسی قسم کی کوئی عقلی واخلاقی قباحت نہیں۔رہے زوجین کے ازدواجی تعلقات تو اس حدیث کے مطابق وہ نَو سال کی عمر میں استوار ہوئے تھے اور بعض علاقوں میں اس عمر کی لڑکیوں کا بالغ ہو جانا کوئی اچنبھے کی بات نہیں۔سابقہ اور موجودہ دور کے کئی حقائق اس بات پر شاہد ہیں کہ بعض لڑکیاں اس سے بھی کم عمر میں ماں بن گئیں۔اگر وہ بالغ نہیں ہوئی تھیں تو ماں کیسے بن گئیں؟ نَوسال یا اس سے کم عمر ماں بننے والی عورتوں کی تفصیل جاننے کے لیے درج ذیل لنک ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں :

http://www.snopes.com/pregnant/medina.asp

http://englishrussia.com/2007/09/20/the-youngest-russian-mother/

http://www.dailymail.co.uk/health/article-385968---

/Girl-11-Britains-youngest-mother.html

http://www.worldrecordsacademy.org/human/youngest---

_living_mother_Chinese_schoolgirl_sets_world_record_101532.htm

http://en.wikipedia.org/wiki/List_of_youngest_birth_mothers

آخری لنک میں تو کئی درجن ایسی عورتوں کا تفصیلی تذکرہ ملاحظہ کیا جا سکتا ہے جن کی پہلے بچے کی ولادت کے وقت عمر نَو سے گیارہ سال تھی۔یقینی بات ہے کہ ان عورتوں کی بلوغت کی عمر زیادہ سے زیادہ آٹھ سے دس سال تھی، لہٰذا سیدہ عائشہ کے ساتھ نَو سال کی عمر میں بناء کرنے کی حدیث پر اعتراض سائنسی ، نقلی اور عقلی ہر اعتبار سے باطل ہے۔

اعتراض نمبر ۸ :

ظلم پر ظلم یہ کہ مذکورہ علم حدیث کے نام سے **اب قرآن حکیم میں قراءتوں کے نام**

سے ملاوٹ کر کے کئی قسم کے قرآن شائع کیے گئے ہیں جبکہ **ہم ہزاروں کی تعداد میں ذخیرہ حدیث سے خلافِ قرآن روایات دکھا کر ثابت کر سکتے ہیں ۔**

جواب : یہ کچھ روایات جو بوہیو صاحب نے بزعم خود قرآنِ کریم کے خلاف سمجھ کر پیش کی تھیں، ان پر تبصرہ قارئین کرام نے ملاحظہ فرما لیا ہے۔ اب وہ ہزاروں احادیث جو ان کے خیال میں قرآنِ کریم کے خلاف ہیں، ان کو بھی پیش کر دیں لیکن یہ خیال ضرور رکھیں کہ وہ احادیث محدثین کرام کے متفقہ اصولوں کے مطابق صحیح ہوں۔ صحیح بخاری پر خصوصاً اور باقی احادیث پر عموماً پہلے بھی کئی لوگوں نے طبع آزمائی کر کے ان کو خلافِ قرآن ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس حوالے سے علمائے کرام نے ہر دور میں دفاعِ حدیث کا فریضہ سرانجام دیا ہے۔ صحیح بخاری پر اس قسم کے اعتراضات کا جائزہ لینے کی سعادت اللہ تعالیٰ نے ہمیں بھی نصیب کی ہے۔ شائقین ''صحیح بخاری کا مطالعہ اور فتنہ انکار حدیث'' نامی کتاب طلب کر کے اس کو بغور پڑھیں، امید ہے کہ ان کے بنیادی اشکالات دور ہو سکتے ہیں۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ کوئی بھی صحیح حدیث قرآنِ کریم کے خلاف نہیں۔ اس سلسلے میں اگر کسی کو کوئی شبہ ہو تو وہ احادیثِ نبویہ سے متنفر ہونے سے پہلے ایک دفعہ ہم سے ضرور رابطہ کر لے۔

رہی بات قرآنِ کریم میں قراءتوں کی ملاوٹ تو ہم بھی کہتے ہیں کہ متواتر قراءات ہی حق ہیں اور شاذ قراءات کو قرآنِ کریم میں شامل کرنا اور انہیں قرآن قرار دینا ناجائز ہے۔ اس سے تو ہماری بات کی تائید ہوتی ہے کہ جس طرح شاذ قراءات کو دیکھ کر متواتر قرآن کا انکار کرنا ناانصافی ہے، اسی طرح ضعیف و مردود روایات پیش کر کے صحیح احادیث پر اعتراض کرنا بھی بدباطنی ہے۔ باقی صحیح احادیث اگر کسی کو بظاہر خلافِ قرآن نظر آتی ہیں تو کتنی ہی قرآنی آیات ایسی پیش کی جا سکتی ہیں جو بظاہر دوسری آیات کے خلاف محسوس ہوتی ہیں۔ اس حوالے سے ''صحیح بخاری کا مطالعہ اور فتنہ انکار حدیث'' نامی کتاب کا مطالعہ مفید رہے

گا۔اگر قرآنی آیات کی صورت میں موجود وحیٔ الٰہی میں کسی کو بظاہر تعارض نظر آئے تو اسے اس کی اپنی کم علمی اور کج عقلی تصور کیا جاتا ہے، اسی طرح حدیثِ رسول بھی بقولِ قرآن وحیٔ الٰہی ہے۔

اگر کسی کو یہ وحیٔ الٰہی خلافِ قرآن نظر آئے تو اسے چاہیے کہ اسے بھی اپنی کم علمی و کج عقلی شمار کرتے ہوئے علمائے کرام سے یا ہم جیسے طلبائے قرآن وسنت سے رجوع کرلے۔

اعتراض نمبر ⑨ :

ہم ملک کی اعلیٰ عدالتوں کے منصف حضرات سے اپیل کرتے ہیں کہ اللہ نے اپنی کتاب قرآن کو علم حدیث کا نام دیا ہے(۲۳۔۳۹) فارس کے روایت سازوں نے قرآن کا یہ نام چوری کر کے اپنی گھڑی ہوئی خلاف قرآن روایات کا نام علم حدیث رکھا ہے۔ یہ چوری ان سے چھین کر قرآن کو واپس دلائی جائے۔

جواب : یہ بات بالکل بجا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کو حدیث کا نام دیا ہے، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ رسول اللہ ﷺ کی بات کو حدیث نہیں کہا جا سکتا۔ جس طرح قرآنِ کریم وحیٔ الٰہی ہے، اسی طرح حدیثِ رسول بھی وحیٔ الٰہی ہے کیونکہ خود قرآن نے کئی مقامات پر رسولِ اکرم ﷺ کے ارشادات ومعمولات کو وحی قرار دیا ہے جس کی تفصیل متعلقہ کتب میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ کے ارشادات ومعمولات کو حدیث کا نام دینا خود قرآنِ کریم سے ثابت ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ قرآنِ کریم نے سابقہ انبیائے کرام کے واقعات کو بھی حدیث کہا ہے، مثلاً چند آیات ملاحظہ فرمائیں :

﴿وَهَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسٰى﴾ (طٰہٰ : ۹)

''(اے نبی!) کیا آپ کے پاس موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ پہنچا ہے؟''

﴿هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ﴾ (الذاریات : ۲٤)

''(اے نبی!) کیا آپ کے پاس ابراہیم علیہ السلام کے معزز مہمانوں کی خبر پہنچی ہے؟''

﴿هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْجُنُودِ ☆ فِرْعَوْنَ وَثَمُودَ﴾ (البروج : ۱۷، ۱۸)

''(اے نبی!) کیا آپ کے پاس فرعون اور ثمود کے لشکروں کی خبر آئی ہے؟''

جب سابقہ انبیائے کرام کی خبریں اور واقعات بقولِ قرآن حدیث کہلا سکتے ہیں تو پیغمبر آخرالزمان، ختم الرسل، خاتم النبیین، سید وُلدِ آدم، محمد رسول اللہ ﷺ کے ارشادات و واقعات اور حالات کو حدیث کا نام کیوں نہیں دیا جا سکتا؟

ہاں کسی کی گھڑی ہوئی روایت کو حدیث کا نام دینا واقعی زیادتی ہے۔ ایسی روایات کو اگر حدیث کہنا بھی ہو تو ساتھ ''من گھڑت، موضوع'' وغیرہ کا سابقہ لگانا ضروری ہے۔اس طرح کی تمام روایات کو محدثین کرام نے نکھار کر رکھ دیا ہے اور ایسے جامع اصول پیش کر دیے ہیں جن کی روشنی میں ہر ذی شعور شخص خود صحیح حدیث اور من گھڑت روایات میں فرق کر سکتا ہے۔اس آڑ میں صحیح احادیث کا بھی انکار کر دینا کسی انصاف پسند شخص کا شیوا نہیں ہو سکتا۔

اعتراض نمبر ⑩ :

اور یہ کہ علم روایت گھڑنے والوں نے اپنے اس علم کا نام سنت بھی رکھا ہے۔قرآن میں سنت کا ذکر ۱۵ بار آیا ہے جن میں سے اندازاً **دس بار اللہ نے لفظِ سنت کی نسبت اپنی طرف کی ہے اور پانچ عدد گزری ہوئی قوموں کے کلچر اور رواج کی طرف** اور اللہ نے قرآن کو قولِ رسول بھی کہا ہوا ہے،یعنی پورا قرآن علم حدیث ہے، مطلب کہ **علم روایات کو سنت کا نام دینا بھی خلافِ اسلوبِ قرآن ہے** ۔

جواب : جناب گزارش ہے کہ روایات گھڑنے والوں نے نہیں بلکہ صحابہ کرام سے لے کر آج تک کے تمام راویانِ حدیثِ رسول اس علم کو سنت کا نام دیتے ہیں اور جناب

کی اطلاع کے لیے یہ بھی عرض ہے کہ جس طرح کے لفظی چکر آپ چلاتے ہیں، اس طرح تو سب کچھ ثابت ہوسکتا ہے، ملاحظہ فرمائیں کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے لفظِ سنت کی نسبت اپنی طرف کی ہے، وہاں سابقہ انبیائے کرام کی طرف بھی کی ہے، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿سُنَّةَ مَنْ قَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا﴾ (الاسراء: ۷۷)

''آپ سے پہلے جن رسولوں کو ہم مبعوث کر چکے ہیں، ان کی سنت۔۔۔''

صاحب! اگر بقولِ قرآن سابقہ انبیائے کرام کی طرف سنت کی نسبت و اضافت ہو سکتی ہے تو ہمارے پیارے نبی ﷺ کی طرف سنت کی نسبت پر آپ کو کیوں اعتراض ہے؟

باقی رہی بات قرآن کے علم حدیث ہونے کی تو اس سے کوئی مسلمان انکاری نہیں، لیکن ہم گزارش کر چکے ہیں کہ قرآن کے حدیث ہونے سے باقی سب چیزوں کا حدیث نہ ہونا لازم نہیں آتا۔ خود قرآن ہی کے بقول نبی اکرم ﷺ کے ارشادات و معمولات بھی حدیث اور سنت ہیں، لہٰذا علم حدیث کو سنت کا نام دینا اسلوبِ قرآن کے عین مطابق ہے۔

نوٹ : اللہ کے فضل و کرم سے ہم نے بوہیو صاحب کے احادیثِ نبویہ پر کیے ہوئے اعتراضات کے جوابات عرض کر دیے ہیں۔ ہر ذی شعور اور منصف مزاج شخص بخوبی اندازہ کر سکتا ہے کہ یہ اعتراضات کس قدر حقیقت پر مبنی تھے۔ ہم محدثین کے وارث اور اہل الحدیث ہونے کے ناطے یہ اعلان کرتے ہیں کہ اگر کسی بھی شخص کو کسی بھی صحیح حدیث پر کوئی اعتراض ہو تو وہ اسے ہمارے سامنے پیش کرے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس کی تشفی کریں گے اور اگر کوئی شخص پاکستان کی اعلیٰ عدالتوں سے ہی اس فیصلے کا طالب ہے تو ہم اللہ کے فضل سے اس کے ہر عدالتی چیلنج کو قبول کرنے کے لیے بھی تیار ہیں!

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں حق کو سمجھنے اور اس پر ڈٹ جانے کی توفیق عطا فرمائے!

❀❀❀❀❀❀❀

امام دُحَیم رحمہ اللہ

غلام مصطفےٰ ظہیر امن پوری

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیثِ مبارکہ دین ہیں۔ان کی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ نے امت میں مخصوص افراد پیدا فرمائے جنہیں ائمہ محدثین کہا جاتا ہے۔ان کی بلند شان کا کیا کہنا ، وہ تو اللہ تعالیٰ کا انتخاب ہیں۔ان کے بارے میں ناقدِ رجال علامہ وحافظ ذہبی رحمہ اللہ (۶۷۳۔۷۴۸ھ) لکھتے ہیں :

فباللّٰہ علیک ، یا شیخ ! ارفق بنفسک والزم الإنصاف ، ولا تنظر إلی ہؤلاء الحفّاظ النظر الشزر ، ولا ترمقنّہم بعین النقص ، ولا تعتقد فیہم أنّہم من جنس محدثی زماننا ، حاشا وکلّا ، فما فی من سمّیت أحد ــ وللّٰہ الحمد ــ إلّا وہو بصیر بالدین عالم بسبیل النجاۃ ، ولیس فی کبار محدثی زماننا أحد یبلغ رتبۃ أولئک فی المعرفۃ ، فإنّی أحسبک لفرط ہواک تقول بلسان الحال إن أعوزک المقال من أحمد ، وما ابن المدینی ، وأیّ شیء أبو زرعۃ وأبو داود ، ہؤلاء محدثون ولا یدرون ما الفقہ ، ما أصولہ ، ولا یفقہون الرأی ، ولا علم لہم بالبیان والمعانی والدقائق ولا خبرۃ لہم بالبرہان والمنطق ، ولا یعرفون اللّٰہ تعالی بالدلیل ، ولا ہم من فقہاء الملّۃ ، فاسکت بحلم أو انطق بعلم ، فالعلم النافع ہو النافع ما جاء عن أمثال ہؤلاء ، ولکن نسبتک إلی أئمّۃ الفقہ کنسبۃ محدثی عصرنا إلی أئمّۃ الحدیث ، فلا نحن ولا أنت ، وإنّما یعرف الفضل لأہل الفضل ذو الفضل ، فمن اتّقی اللّٰہ راقب اللّٰہ واعترف بنقصہ ، ومن تکلّم بالجاہ وبالجہل أو بالشر والبأو ، فأعرض عنہ وذرہ فی غیّہ ، فعقباہ إلی وبال ، نسأل اللّٰہ العفو والسلامۃ .

''اے شیخ ! اللہ سے ڈر، اپنے آپ پر رحم کر، انصاف کا التزام کر اور ان حفاظ (ائمہ محدثین) کی طرف نفرت بھری اور توہین آمیز نگاہ سے نہ دیکھ نہ ان کے بارے میں یہ نظریہ بنا کہ وہ ہمارے زمانے کے محدثین کی طرح ہیں، حاشاوکلّا ! جن جن کا نام لے کر میں نے تذکرہ کیا ہے، الحمدللہ ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں ہے جو دین میں بصیرت نہ رکھتا ہو اور راہِ نجات سے واقف نہ ہو۔ ہمارے زمانے کے کبار محدثین میں سے بھی کوئی ان جیسی معرفت نہیں رکھتا۔میرے خیال میں تُو فرطِ تعصب سے زبان حال کے ساتھ یہ کہنے پر مجبور ہے کہ 'کون ہے احمد (بن حنبل)؟ کیا ہے ابنِ مدینی؟ کیا چیز

ہیں ابوزرعہ اور ابوداؤد؟ یہ بس محدث تھے، فقہ اور اس کے اصولوں سے ناواقف تھے، فہم وشعور نہ رکھتے تھے، علم بیان، علم معانی اور باریک بینی سے نا آشنا تھے، علم منطق کی کوئی مہارت نہ رکھتے تھے، یہ لوگ تو اللہ تعالیٰ کو بھی دلیل کے ساتھ نہیں جانتے تھے نہ ہی یہ فقہائے اسلام میں سے تھے۔۔۔'' تُو بردباری کے ساتھ خاموش رَہ اور اگر تجھے کلام کرنا ہی ہے تو علم کے ساتھ کر۔ علم نافع وہی ہے جو ان جیسے کبار محدثین کے ذریعے ہم تک پہنچا۔ ائمہ فقہ کی طرف تیری نسبت ایسی ہی ہے جیسی ہمارے زمانے کے محدثین کی ائمہ محدثین کی طرف۔ نہ ہم ائمہ محدثین کے مرتبے کے ہیں نہ تُو فقہاء کے پلّے کا ہے۔ اہل فضل کے شان ومرتبے سے اہل فضل ہی واقف ہوتے ہیں۔ جو شخص اللہ کا ڈر اپنے سینے میں رکھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان دیتا ہے اور اپنے نقص کا اعتراف کرتا ہے۔ جو شخص جھوٹی شان وشوکت اور جہالت کی بات کرتا ہے یا شر اور شوخی کا اظہار کرتا ہے، اس سے اعراض کر لے اور اسے اس کی سرکشی میں چھوڑ دے، اس کی عاقبت نقصان زدہ ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے معافی اور سلامتی کا سوال کرتے ہیں۔'' (تذکرۃ الحفاظ للذہبی : ۶۲۸،۶۲۷/۲)

ان ائمہ محدثین میں سے ایک محدث الشام، ناقد الاثر، الحافظ، الحجہ، قاضی اردن وفلسطین، ابو سعید عبدالرحمٰن بن ابراہیم الدمشقی ابن الیتیم الملقب بہ ''دُحَیم'' ہیں۔

ولادت با سعادت : آپ کی ولادت باسعادت ۱۷۰ ہجری میں ہوئی۔

اساتذہ کرام : آپ نے امام سفیان بن عیینہ، ابومسعر، ولید بن مسلم، عمر بن عبدالواحد، شعیب بن اسحاق، مروان بن معاویہ اور محمد بن شعیب بن شابور جیسے محدثین سے علم حاصل کیا۔

تلامذہ : آپ رحمہ اللہ کے شاگردوں کی ایک بڑی جماعت ہے۔ ان میں امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد، امام نسائی، امام ابن ماجہ، امام ابوزرعہ رازی، امام ابوزرعہ دمشقی، امام ابوحاتم رازی، امام محمد بن یحییٰ ذہلی اور امام فریابی رحمہم اللہ شامل ہیں۔

توثیق و توصیف : بہت سے ائمہ محدثین نے ان کی توثیق وتوصیف کی ہے:

امام عجلی (تاریخ الثقات : ۴۸۷)، امام ابوحاتم رازی (الجرح والتعدیل : ۲۱۲/۵)، امام نسائی (مشیخۃ النسائی : ۱۶۱)، امام دارقطنی (سوالات الحاکم للدارقطنی : ص ۲۳۸) اور خطیب بغدادی (تاریخ بغداد : ۲۶۵/۱۰) رحمہم اللہ نے ان کو ''ثقہ'' قرار دیا ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں : هو عاقل ، ركين . ''آپ عقلمند اور

سنجیدہ و باوقار شخص تھے۔‘‘(العلل ومعرفة الرجال : ۲٤٦)

ثقہ و حافظ عبداللہ بن محمد بن سیار فرہیانی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ شام کے جن علمائے کرام سے آپ نے ملاقات کی ہے، ان میں سے سب سے قابل اعتماد شخص کون تھے، اس پر انہوں نے فرمایا:

أعلاهم دُحَيم . ’’ان میں سے سب سے بلند پایہ عالم امام دُحیم رحمہ اللہ تھے۔‘‘
(تاریخ بغداد للخطیب : ۲٥٦/۱۰، وسندہٗ صحیحٌ)

امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **كان من المتقنين الذين يحفظون علماء أهل بلده بشيوخهم وأنسابهم .** ’’آپ ان پختہ حافظے والے لوگوں میں شمار ہوتے ہیں جن کو اپنے علاقے کے علمائے کرام ان کے شیوخ اور نسب سمیت حفظ تھے۔‘‘(کتاب الثقات لابن حبان : ۳۸۱/۸)

حافظ خلیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **كان أحد حفّاظ الأئمّة ، متّفق عليه ، ويعتمد عليه في تعديل شيوخ الشام وجرحهم .** ’’آپ رحمہ اللہ حفاظ ائمہ محدثین میں سے ایک تھے۔ ان کی جلالتِ علمی پر علمائے کرام کا اتفاق ہے، شام کے شیوخ کی جرح وتعدیل میں آپ پر اعتماد کیا جاتا ہے۔‘‘(کتاب الارشاد للخلیلی : ۱/٤٥٠)

امام ابن عدی رحمہ اللہ آپ کو نقاد ائمہ میں شمار کرتے ہیں۔(الکامل لابن عدی : ۱۳٤/۱)

اور انہوں نے آپ سے تیرہ کے قریب اقوال جرح وتعدیل ذکر کیے ہیں۔

اسی طرح حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے آپ کو اپنی کتاب ذكر من يعتمد قوله في الجرح والتعديل (ان لوگوں کا تذکرہ جن کا قول جرح وتعدیل میں معتبر ہوتا ہے) میں ذکر کیا ہے۔
(ذكر من يعتمد قوله في الجرح والتعديل للذهبي : ص ۱۷۳)

امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **كان دُحَيم يميّز ويضبط حديث نفسه .**

’’امام دُحیم رحمہ اللہ اپنی حدیث پر مکمل ضبط رکھتے تھے۔‘‘(الجرح والتعدیل : ٥/۲۱۱)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ آپ کا تذکرہ یوں فرماتے ہیں: **القاضي ، الإمام ، الفقيه ، الحافظ ، محدّث الشام...وعني بهذا الشأن ، وفاق الأقران ، وجمع وصنّف ، وجرّح وعدّل ، وصحّح وعلّل .** ’’آپ قاضی، امام، فقیہ، حافظ اور شام کے محدث تھے۔۔۔آپ نے علمِ حدیث میں دلچسپی لی اور ہم عصروں پر فوقیت لے گئے۔ آپ نے حدیث کو جمع کیا اور کتب تصنیف کیں، راویوں کی جرح وتعدیل کی اور احادیث کی صحت وضعف پر کام کیا۔‘‘(سیر اعلام النبلاء للذہبی : ۱۱/٥۱٥)

وفات : اس عظیم محدث، حافظِ حدیث اور ناقد رجال کی وفات حسرت آیات ۲٥٤ ہجری میں ہوئی۔ رحمہ اللہ الکریم !